اقسامِ بدعت

(احادیث و اقوالِ ائمہ کی روشنی میں)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

اَقسامِ بدعت

(اَحادیث و اَقوالِ اَئمہ کی روشنی میں)

تحقیق و تدوین:

محمد اَفضل قادری

مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 042-111-140-140

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 042- 7237695

www.Minhaj.org - sales@Minhaj.org

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

www.MinhajBooks.com

بسم الله الرحمن الرحیم

مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔ا) ۴-۱-۴ / ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل وایم ۴ / ۰۷-۹۷-۳-۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۷-۶۷ این۔ا / اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اورحکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت / اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱ / ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظورشدہ ہیں۔

www.MinhajBooks.com

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب : اَقسامِ بدعت (اَحادیث واَقوالِ ائمہ کی روشنی میں)

تصنیف : شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

تحقیق وتدوین : محمد اَفضل قادری

زیرِ اِہتمام : فریدِ ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk

مطبع : منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور

اِشاعتِ اَوّل : ستمبر 2007ء

تعداد : 1,100

قیمت اِمپورٹڈ کاغذ : -/90 روپے

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات ولیکچرز سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.org

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

فہرس

صفحہ	مشتملات
۹	۞ پیش لفظ
	فصل اوّل
۱۱	**بدعت کی دو معروف تقسیمات**
۱۴	بدعت کی پہلی تقسیم
۱۴	۱۔ بدعتِ لغوی (Literal Innovation)
۱۹	۲۔ بدعتِ شرعی (Legal Innovation)
۲۷	بدعت کی دوسری تقسیم
۲۷	۱۔ بدعتِ حسنہ (Commendable Innovation)
۳۲	۲۔ بدعتِ سیّئۃ (Condemned Innovation)
۳۶	بدعتِ حسنہ بدعتِ لغوی ہے
۳۹	بدعتِ سیّئۃ ہی بدعتِ شرعی ہے

www.MinhajBooks.com

مشتملات	صفحہ
فصل دوم	
بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئۃ کی اقسام	۴۱
بدعتِ حسنہ (لُغویہ) کی اقسام	۴۶
ا۔ بدعتِ واجبہ (Compulsory Innovation)	۴۶
۲۔ بدعتِ مستحبہ (Recommendatory Innovation)	۴۶
۳۔ بدعتِ مباحہ (Permissible Innovation)	۴۷
بدعتِ سیّئہ (شرعیہ) کی اقسام	۴۸
ا۔ بدعتِ محرّمہ (Forbidden Innovation)	۴۸
۲۔ بدعتِ مکروہہ (Prohibited innovation)	۴۸
فصل سوم	
تقسیمِ بدعت پر ائمہ و محدّثین کی رائے	۴۹
فصل چہارم	
تقسیمِ بدعت پر اَحادیثِ نبوی سے اِستشہاد	۶۹
بدعت حسنہ کی اصل ’’سنة حسنة‘‘ ہے	۷۴

مشتملات	صفحہ
جوڑوں (pairs) کے نظام سے اِستدلال	۷۸
”من دعا اِلی ضلالۃ“ سے اِستدلال	۸۰
”بدعۃ ضلالۃ“ فرمانے میں حکمت	۸۶
تقسیمِ بدعت پر معروف کتب کی فہرست	۹۸
خلاصۂ بحث	۱۰۱
❁ مآخذ و مراجع	۱۰۳

www.MinhajBooks.com

پیش لفظ

اِس کتاب میں حضرت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے تصورِ بدعت کے حوالے سے اِس اَمر کو واضح کیا ہے کہ بدعت کی درست تفہیم کے لیے اِس کی تقسیم ناگزیر ہے۔ کیونکہ اگر بدعت کو بلا اِمتیاز و بلاتفریق صرف ایک ہی اکائی سمجھ کر۔ ہر نئے کام کو جو عہدِ رسالت مآب ﷺ یا عہدِ صحابہ کے بعد اِیجاد ہوا۔ حرام یا مردود قرار دے دیا جائے تو لامحالہ تعلیماتِ دین اور فقہ اِسلامی کا بیشتر حصہ ناجائز کے زمرے میں آجائے گا۔ اِجتہاد کی ساری صورتیں، قیاس اور اِستنباط کی جملہ شکلیں ناجائز کہلائیں گی۔ اسی طرح دینی علوم و فنون اور ان کو سمجھنے کے لئے جملہ علومِ خادمہ جو فہمِ دین کے لئے ضروری ہیں، اگر بدعت کی حسنہ اور سیئہ میں تقسیم نہ کی جائے تو یہ سب اُمور حرام قرار پائیں گے۔

حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی نے تقسیمِ بدعت کی ناگزیریت پر بحث کرتے ہوئے اِس بات کو اَظہر من الشمس کیا ہے کہ لُغوی اِعتبار سے ہر نئے کام کو۔ خواہ اچھا ہو یا برا، صالح ہو یا فاسد، مقبول ہو یا نامقبول۔ بدعت کہہ دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام نے اِس اِبہام سے بچنے کے لیے بدعت کی ایک اُصولی تقسیم یہ کی ہے کہ اسے بنیادی طور پر بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی، دو اقسام میں تقسیم کر دیا ہے اور بدعت کو بلا اِمتیاز و بلا تفریق صرف ایک ہی اکائی سمجھ کر ہر نئے کام کو جو عہدِ رسالتِ مآب ﷺ یا عہدِ صحابہ کے بعد ایجاد ہوا مذموم، حرام اور باعثِ ضلالت قرار نہیں دیا، بلکہ کسی نئے کام کو ''بدعةِ لغوية'' کے زمرے میں رکھا ہے اور کسی کو ''بدعةِ شرعية'' کے زمرے میں۔ اس طرح صرف بدعتِ شرعیہ کو ہی بدعتِ ضلالہ قرار دیا ہے جب کہ بدعتِ لغویہ کو بالعموم بدعتِ حسنہ تصور کیا ہے۔

بدعت کی یہ تقسیم کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ اس تقسیم کو صراحتاً بیان کرنے والوں

میں منجملہ کثیر ائمہ دین اور علماء اَعلام کے ابنِ تیمیہ (۷۲۸ھ)، ابنِ کثیر (۷۷۴ھ)، ابنِ رجب حنبلی (۷۹۵ھ)، علامہ شوکانی (۱۲۵۵ھ) اور علامہ بھوپالی (۱۳۰۷ھ) سے لے کر شیخ عبد العزیز بن باز (۱۴۲۱ھ) تک، ایک خاص نقطۂ نظر رکھنے والے علماء بھی شامل ہیں۔ ان میں سے بعض علماء اور محدّثین جو اپنے آپ کو ’’سلفی‘‘ کہتے ہیں، سوادِ اَعظم سے اپنے آپ کو جدا قرار دیتے ہیں اور کسی لحاظ سے بھی بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیہ کی تقسیم جائز نہیں سمجھتے وہ بھی بدعت کو بدعتِ لُغوی اور بدعتِ شرعی میں تقسیم کرتے ہیں، جب کہ ہم بدعتِ حسنہ اور سیہ کے ساتھ بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی کی تقسیم کو بھی مانتے ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جس کو وہ بدعتِ شرعی کہتے ہیں ہم اسے بدعتِ سیہ، بدعتِ ضلالہ یا بدعتِ قبیحہ بھی کہتے ہیں اور جس کو وہ بدعتِ لُغوی کہتے ہیں ہم اسے بدعتِ حسنہ، بدعتِ صالحہ اور بدعتِ خیر سے بھی موسوم کرتے ہیں۔

اِس کتاب کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ تمام تر لفظی اور اِصطلاحی اِختلافات کے باوجود تمام مکاتبِ فکر اِس اَمر پر متفق ہیں کہ کسی بھی نئے عمل کی حلت وحرمت یا جواز و عدمِ جواز کے تعیّن کے لیے بدعت کی تقسیم ناگزیر ہے۔ الغرض اِلتباس و اِبہام اور خلطِ مبحث سے بچتے ہوئے قرآن و حدیث کی حقیقی تفہیم اور علومِ شریعہ کی درست تعبیر کے لیے لفظِ بدعت کی لغوی وشرعی یا حسنہ اور سیہ میں تقسیم لازم ہے۔

دعا ہے کہ اللہ ﷻ ہمیں اِبلاغِ دین میں حکمت و تدبر اور فکر و دانش عطا فرمائے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے طفیل اُمت کو اِفتراق و اِنتشار سے محفوظ رکھے اور اتحاد و یک جہتی کی دولت سے نوازے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

محمد افضل قادری

(سینئر ریسرچ اسکالر)
فریدِ ملّت ؒ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ
۱۴ ستمبر، ۲۰۰۷ء

www.MinhajBooks.com

فصل اوّل

بدعت کی دو معروف تقسیمات

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

اَکابر اَئمہ اِسلام نے کتاب و سنت اور آثارِ صحابہ کے ذریعے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ ہر بدعت ناجائز اور حرام نہیں ہوتی۔ صرف وہ بدعت ناجائز اور ممنوع ہوتی ہے جس کی کوئی اصل، مثال، دلیل یا نظیر کتاب و سنت میں موجود نہ ہو۔ ایسی بدعت شریعت کے کسی نہ کسی حکم کے واضح طور پر مخالف اور متضاد ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جو ’’نیا کام‘‘ احکامِ شریعت کے خلاف نہ ہو بلکہ ایسے اُمور میں داخل ہو جو اَصلاً حسنات و خیرات اور صالحات کے زمرے میں آتے ہیں تو ایسے جملہ نئے کام محض لغوی اِعتبار سے تو ’’بدعت‘‘ کہلائیں گے کیونکہ ’’بدعت‘‘ کا لغوی معنی ہی ’’نیا کام‘‘ ہے ورنہ وہ شرعًا نہ تو بدعت ہوں گے اور نہ ہی مذموم اور باعثِ ضلالت۔ یقیناً ایسے اُمور مبنی بر خیر ’’اُمورِ حسنہ‘‘ متصور ہوں گے۔

تمام تر لفظی اور اِصطلاحی اِختلافات کے باوجود تمام مکاتبِ فکر اِس اَمر پر متفق ہیں کہ کسی بھی نئے عمل کی حلّت و حرمت یا جواز و عدمِ جواز کے تعیّن کے لیے بدعت کی تقسیم ناگزیر ہے۔ کیونکہ اگر بدعت کو بلا اِمتیاز و بلاتفریق صرف ایک ہی اکائی سمجھ کر، ہر نئے کام کو جو عہدِ رسالت مآب ﷺ یا عہدِ صحابہ رضی اللہ عنھم کے بعد اِیجاد ہوا حرام یا مردود قرار دے دیا جائے تو لامحالہ تعلیماتِ دین اور فقہ اِسلامی کا بیشتر حصہ ناجائز کے زمرے میں آ جائے گا۔ اِجتہاد کی ساری صورتیں، قیاس اور اِستنباط کی جملہ شکلیں ناجائز کہلائیں گی۔ اسی طرح دینی علوم و فنون اور ان کو سمجھنے کے لئے جملہ علومِ خادمہ جو فہمِ دین کے لئے ضروری اور عصری تقاضوں کے مطابق لابدی ہیں، اِن کا سیکھنا، سکھانا بھی حرام قرار پائے گا۔ کیونکہ یہ سب علوم و فنون اپنی موجودہ شکل میں نہ عہدِ رسالت ﷺ میں موجود تھے نہ ہی عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں۔ اِنہیں تو بعد میں ضرورت کے پیشِ نظر وضع اور مرتب کیا گیا۔ یہ تمام علوم و فنون اپنی ہیئت، اُصول، اِصطلاحات،

تعریفات اور قواعد و ضوابط کے اِعتبار سے نئے ہیں، لہٰذا اگر بدعت کی حسنہ اور سیئہ میں تقسیم نہ کی جائے تو یہ سب اُمور حرام قرار پائیں گے۔

بدعت کی پہلی تقسیم

۱۔ بدعتِ لغوی

۲۔ بدعتِ شرعی

۱۔ بدعتِ لُغوی (Literal Innovation)

بدعتِ لغوی سے مراد وہ نئے اُمور ہیں جو صراحتاً کتاب و سنت سے ثابت نہ ہوں لیکن ان کی اَصل، مثال یا نظیر شریعت میں موجود ہو اور یہ شریعت کے مستحسنات کے ذیل میں آتے ہوں جیسے نمازِ تراویح کی جماعت، قرآنی آیات پر اِعراب، دینی علوم کی تفہیم کے لئے صرف و نحو کی درس و تدریس، اُصولِ تفسیر، اُصولِ حدیث، فقہ و اُصولِ فقہ اور دیگر علومِ عقلیہ وغیرہ کی تعلیم کا اِہتمام وغیرہ۔ یہ سب اُمور بدعاتِ لغویہ میں شامل ہیں۔

۱۔ **اِمام اِبن تیمیہ** (۷۲۸ھ) اپنی کتاب ''منهاج السنة'' میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان - نعمت البدعة هذه[1] - کے ذیل میں بدعتِ لغوی کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

إنّما سمّاها بدعة لأن ما فعل ابتداء، بدعة لغة، وليس ذلک بدعة شرعية، فإنّ البدعة الشّرعية التی هی ضلالة ما فعل بغير

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، ۱: ۱۱۴، رقم، ۲۵۰

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم:۱۹۰۶

دلیل شرعی۔ (۱)

’’اِسے (یعنی باجماعت نمازِ تراویح کو) بدعت اِس لیے کہا گیا کہ یہ عمل اس سے پہلے اِس انداز میں نہیں ہوا تھا لہٰذا یہ بدعتِ لُغوی ہے، بدعتِ شرعی نہیں ہے۔ بدعتِ شرعی وہ گم راہی ہوتی ہے جو دلیلِ شرعی کے بغیر سرانجام دی جائے۔‘‘

۲۔ حافظ عماد الدین اسماعیل ابن کثیر ’’تفسیر القرآن العظیم (۱: ۱۶۱)‘‘ میں بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی کی تقسیم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والبدعة علی قسمین تارة تکون بدعة شرعية كقوله ﷺ: (فإن كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة) و تارة تكون بدعة لغوية كقول أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضی الله عنه عن جمعه إيّاهم على صلاة التراويح واستمرارهم: (نعمت البدعة هذه).

’’بدعت کی دو قسمیں ہیں: بعض اوقات یہ بدعت شرعیہ ہوتی ہے جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ’’فإنّ کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة‘‘ اور بعض اوقات یہ بدعت لغویہ ہوتی ہے جیسا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو نماز تراویح پر جمع کرتے اور دوام کی ترغیب دیتے وقت فرمان ’’نعمت البدعة هذه‘‘ ہے۔‘‘

مذکورہ بحث میں حافظ ابنِ کثیرؒ نے بدعت کو بدعتِ شرعیہ اور بدعتِ لغویہ میں تقسیم کر دیا۔ اِس میں بدعتِ ضلالہ کو بدعتِ شرعیہ کا نام دیا ہے ان کے نزدیک ہر

------ ۳۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰
۴۔ بيهقي، السنن الكبرىٰ، ۲: ۴۹۳، رقم: ۴۳۷۹
۵۔ بيهقي، شعب الايمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
(۱) ابن تیمیہ، منهاج السنة، ۴: ۲۲۴

بدعت ضلالت و گمراہی نہیں بلکہ صرف ’’کل بدعة سيئة ضلالة‘‘ ہے۔ بصورتِ دیگر وہ اُسے بدعت لغویہ کہتے ہیں۔ وہ اِس کی مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول - نعمت البدعة هذه(۱) - میں بدعت سے مراد بدعتِ لغوی ہے نہ کہ بدعت ضلالہ۔

اَہم نکتہ

علامہ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابنِ کثیرؒ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان - نعمت البدعة هذه - میں بدعت کو بدعتِ لغوی شمار کیا ہے حالانکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہیں نہیں فرمایا کہ هذه بدعة لغوية بلکہ انہوں نے بدعت کے ساتھ لفظ ’’نعم‘‘ اِستعمال کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اُنہوں نے اِسے نعم البدعۃ یا بدعتِ حسنہ کہا ہے۔ اِس مفہوم کی شہادت قرآن میں بھی موجود ہے۔ سورۂ صٓ میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾(۲)

’’(حضرت سلیمان علیہ السلام) کیا خوب بندہ تھا، بے شک وہ بڑی کثرت سے توبہ کرنے والا تھا‘‘

اس آیت میں لفظ نِعۡمَ اِستعمال ہوا ہے اس کا معنی لغوی نہیں ہوتا بلکہ اِس کا معنی ’’اَچھا‘‘ یعنی ’’حسنہ‘‘ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروقؓ نے جسے نعم البدعة هذه کہا ہے لغت ہی کی رُو سے اِس کا معنی بدعت حسنہ بنتا ہے۔ یعنی باعتبارِ لغت بدعتِ لغوی سے مراد بدعتِ حسنہ ہے۔

www.MinhajBooks.com

---

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، باب ما جاء فی قیام رمضان، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ سیوطی، تنویر الحوالك شرح مؤطا مالك، ۱: ۱۰۵، رقم: ۲۵۰
(۲) القرآن، صٓ، ۳۸: ۳۰

۳۔ علامہ ابن رجب حنبلیؒ (۷۹۵ھ) اپنی کتاب ’’جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم (ص:۲۵۳)‘‘ میں تقسیمِ بدعت کے تناظر میں اِمام شافعیؒ کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

وقد روى الحافظ أبو نعيم بإسناد عن إبراهيم ابن الجنيد قال: سمعت الشافعي يقول: البدعة بدعتان: بدعة محمودة و بدعة مذمومة، فما وافق السنة فهو محمود، وما خالف السنة فهو مذموم. واحتجّ بقول عمر رضی اللہ عنہ: نعمت البدعة هذه.(۱) ومراد الشافعي رضی اللہ عنہ ما ذكرناه من قبل أن أصل البدعة المذمومة ما ليس لها أصل في الشريعة ترجع إليه و هي البدعة في إطلاق الشرع. وأما البدعة المحمودة فما وافق السنة: يعني ما كان لها أصل من السنة ترجع إليه، وإنما هي بدعة لغة لا شرعا لموافقتها السنة.

’’حافظ ابونعیم نے ابراہیم بن جنید کی سند سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت محمودہ اور بدعت مذمومہ۔ بدعتِ محمودہ وہ بدعت ہے جو سنت کے مطابق و موافق ہو اور جو بدعت سنت کے مخالف و متناقض ہو وہ مذموم ہے۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول - نعمت البدعة هذه - سے اِستدلال کیا ہے اور امام شافعیؒ کی مراد بھی یہی ہے جو ہم نے اس سے پہلے بیان کی ہے ۔ بے

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰

۲۔ بخاری، الصحيح، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶

۳۔ بيهقى، السنن الكبرىٰ، ۲: ۴۹۳، رقم: ۴۳۷۹

۴۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰

شک بدعت مذمومہ وہ ہے جس کی کوئی اصل اور دلیل شریعت میں نہ ہو جس کی طرف یہ لوٹتی ہے۔ اسی پر بدعتِ شرعی کا اِطلاق ہوتا ہے۔اس کے برعکس بدعتِ محمودہ وہ بدعت ہے جو سنت کے موافق ہو یعنی شریعت میں اس کی اَصل ہو جس کی طرف یہ لوٹتی ہو یہی بدعت لُغوی ہے شرعی نہیں۔

۴۔ **علامہ بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشیؒ** اپنی کتاب ’’المنثور فی القواعد (۱: ۲۱۷)‘‘ میں بدعتِ لغویہ اور بدعتِ شرعیہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فأما فی الشرع فموضوعة للحادث المذموم، وإذا أُريد الممدوح قُيِّدَتْ و يكون ذالک مجازًا شرعياً حقيقة لغوية.

’’شرع میں عام طور پر لفظِ بدعت، محدثہ مذمومہ کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن جب بدعت ممدوحہ مراد ہو تو اسے مقید کیا جائے گا لہٰذا یہ بدعت مجازاً شرعی ہو گی اور حقیقتاً لغوی ہو گی۔‘‘

۵۔ **اِمام محمد عبد الباقی زرقانیؒ** بہت بڑے محدث اور شارح گزرے ہیں۔ وہ حدیث – نعمت البدعة هذه[(۱)] – کے ذیل میں بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

سماها بدعة لانه ﷺ لم يسن الإجتماع لها، و هو لغة ما أحدث على غير مثال سبق، و تطلق شرعاً على مقابل السنة و هی مالم يكن فی عهده ﷺ ثم تنقسم إلى الأحكام الخمسة وحديث:

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، باب ما جاء فی قيام رمضان، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بيهقی، شعب الايمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحكم، ۱: ۲۶۶
۴۔ زرقانی، شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالك، ۱: ۳۴۰

’’کل بدعة ضلالة‘‘[۱] عام مخصوص وقد رغب فيها عمر.[۲]

’’باجماعت نمازِ تراویح کو بدعت سے اس لیے موسوم کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے لئے اجتماع سنت قرار نہیں دیا اور لغوی اعتبار سے بدعت اس عمل کو کہتے ہیں جو مثالِ سابق کے بغیر ایجاد کیا گیا ہو اور شرعی طور پر بدعتِ سیّئہ کو سنت کے مقابلے میں بولا جاتا ہے اور اس سے مراد وہ عمل ہوتا ہے جسے عہدِ رسالت ﷺ میں نہ کیا گیا ہو پھر بدعت کی پانچ قسمیں بیان کی جاتی ہیں اور حدیث ’’کلّ بدعة ضلالة‘‘ عام مخصوص ہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس (نمازِ تراویح) کی ترغیب دی ہے۔‘‘

۲۔ بدعتِ شرعی (Legal Innovation)

بدعتِ شرعی سے مراد اَیسے نئے اُمور ہیں جو نہ صرف کتاب و سنت سے متخالف و متناقض ہوں اور اَخیارِ اُمت کے اِجماع کے بھی مخالف ہوں۔ دوسرے لفظوں میں ہر وہ نیا کام جس کی کوئی شرعی دلیل، شرعی اَصل، مثال یا نظیر پہلے سے کتاب و سنت اور آثارِ صحابہ میں موجود نہ ہو، ’’بدعت شرعی‘‘ ہے۔ ذیل میں بدعتِ شرعی کی چند تعریفات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ۴: ۲۰۰، رقم: ۴۶۰۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، ۵: ۴۴، رقم: ۲۶۷۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، مقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدين، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

(۲) زرقانی، شرح المؤطا، ۱: ۲۳۸

۱۔ علامہ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) بدعتِ شرعی کی تعریف کرتے ہوئے اپنے معروف فتاویٰ ''مجموع الفتاویٰ (۳: ۱۹۵)'' میں لکھتے ہیں:

والبدعة ما خالفت الكتاب والسنة أو اجماع سلف الأمّة من الاعتقادات والعبادات كأقوال الخوارج والروافض والقدرية والجهمية.

''بدعت سے مراد ایسا کام ہے جو اعتقادات و عبادات میں کتاب و سنت اور اَخیارِ اُمت کے اِجماع کی مخالفت کرے جیسے خوارج، روافض، قدریہ اور جہمیہ کے عقائد۔''

۲۔ شیخ ابن رجب حنبلیؒ (المتوفی ۷۹۵ھ) بدعت شرعی کی تعریف کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

المراد بالبدعة ما أحدث مما لا اصل له فی الشريعة يدل عليه واما ما كان له اصل من الشرع يدل عليه فليس ببدعة شرعاً وان كان بدعة لغة۔ (۱)

''بدعت (شرعی) سے مراد ہر وہ نیا کام ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو جو اس پر دلالت کرے لیکن ہر وہ معاملہ جس کی اصل شریعت میں موجود ہو وہ شرعاً بدعت نہیں اگرچہ وہ لغوی اعتبار سے بدعت ہوگا۔''

حدیث نبوی ﷺ - مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ - کی تشریح کرتے ہوئے علامہ موصوف بدعتِ لغویہ اور بدعتِ شرعیہ کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

(۱) ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱: ۲۵۲

من أحدث فی أمرنا هَذا ما لیس منه فهو رد(۱) فکلّ من أحدث شیئا و نسبه إلی الدین ولم یکن له أصل من الدین یرجع إلیه فهو ضلالة والدین بریء منه، و سواء فی ذلک مسائل الاعتقادات أو الأعمال أو الأقوال الظاهرة والباطنة. و أما ما وقع فی کلام السلف من استحسان بعض البدع فإنما ذلک فی البدع اللغویة لا الشرعیة.(۲)

”(حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:) جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہ ہوتو وہ (چیز) مردود ہے۔ پس جس کسی نے بھی کوئی نئی چیز ایجاد کی اور پھر اس کی نسبت دین کی طرف کر دی اور وہ چیز دین کی اصل میں سے نہ ہوتو وہ چیز اس کی طرف لوٹائی جائے گی اور وہی گمراہی ہوگی اور دین اس چیز سے بری ہوگا اور اس میں اعتقادی، عملی، قولی، ظاہری و باطنی تمام مسائل برابر ہیں۔ اور بعض اچھی چیزوں میں سے جو کچھ اسلاف کے کلام میں گزر چکا ہے پس وہ بدعت لغویہ میں سے ہے، بدعت شرعیہ میں سے نہیں ہے۔“

۳۔ اِسی مؤقف کی تائید کرتے ہوئے معروف غیر مقلد عالمِ دین **نواب صدیق حسن خان بھوپالی** (۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ ہر نئے کام کو بدعت کہہ کرمطعون نہیں کیا جائے گا

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الاقضیة، باب نقض الاحکام الباطلة، ۳: ۱۳۴۳، رقم: ۱۷۱۸
۲۔ ابن ماجه، السنن، المقدمه، باب تعظیم حدیث رسول الله، ۱: ۷، رقم: ۱۴
۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۲۷۰، رقم: ۲۶۳۷۲
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۲۰۷، رقم: ۲۶
۵۔ دارقطنی، السنن، ۴: ۲۲۴، رقم: ۷۸

(۲) ابن رجب حنبلی، جامع العلوم و الحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم: ۲۵۲

بلکہ بدعت صرف اس کام کو کہا جائے گا جس کے نتیجے میں کوئی سنت متروک ہو جائے۔ جو نیا کام کسی امرِ شریعت سے متناقض نہ ہو وہ بدعت نہیں بلکہ مباح اور جائز ہے۔ شیخ وحید الزماں اپنی کتاب ''ھدیۃ المھدی'' کے صفحہ ۱۱۷ پر بدعت کے حوالے سے علامہ بھوپالی کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

البدعة الضلالة المحرمة هی التی ترفع السنة مثلها والتی لا ترفع شيئا منها فليست هی من البدعة بل هی مباح الاصل.

''بدعت وہ ہے جس سے اس کے بدلہ میں کوئی سنت متروک ہو جائے۔ جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل میں مباح ہے۔''

وہ بدعت جو مستحسن اُمور کے تحت آتی ہے اور قرآن و حدیث کے کسی حکم سے متضاد بھی نہیں وہ مشروع، مباح اور جائز ہے۔ اسے محض بدعت یعنی نیا کام ہونے کی بنا پر مکروہ یا حرام قرار دینا کتاب و سنت کی روح کے منافی ہی نہیں بلکہ منشائے اِلٰہی کے خلاف بھی ہے۔

۴۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی کی تقسیم بیان کرتے ہوئے ''تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی'' میں لکھتے ہیں:

بقوله ﷺ: کل بدعة ضلالة[1] والمراد بالبدعة ما أحدث مما لا

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ۴: ۲۰۰، رقم: ۴۶۰۷
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، ۵: ۴۴، رقم: ۲۶۷۶
۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲
۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

أصل له فی الشریعة یدل علیه واما ما کان له أصل من الشرع یدل علیه فلیس ببدعة شرعا و إن کان بدعة لغة فقوله ﷺ: کل بدعة ضلالة من جوامع الکلم لا یخرج عنه شئ وهو أصل عظیم من أصول الدین واما ما وقع فی کلام السلف من استحسان بعض البدع فإنّما ذلک فی البدع اللغویة لا الشرعیة فمن ذلک قول عمر رضی الله عنه فی التراویح (نعمت البدعة هذه)[1] و روی عنه أنه قال إن کانت هذه بدعة فنعمت البدعة ومن ذلک أذان الجمعة الأول زاده عثمان رضی الله عنه[2] لحاجة الناس إلیه و اقره عليٌّ واستمر عمل المسلمین علیه و روی عن ابن عمر أنه قال هو بدعة و لعله اَراد ما أراد ابوه فی التراویح.[3]

''حضور نبی اکرم ﷺ کے قول۔ کل بدعة ضلالة (ہر بدعت گمراہی ہے)۔ میں بدعت سے مراد ایسی نئی چیز ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو جو اس پر دلالت کرے اور وہ چیز جس کی اصل شریعت میں موجود ہو جو اس پر

(۱) ۱۔ مالک، المؤطا، باب ما جاء فی قیام رمضان، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ سیوطی، تنویر الحوالک شرح مؤطا مالک، ۱: ۱۰۵، رقم: ۲۵۰
۴۔ ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱/ ۲۶۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجمعه، باب الجلوس علی المنبر، ۱: ۳۱۰، رقم: ۸۷۳
۲۔ شمس الحق، عون المعبود، ۳: ۳۰۲
۳۔ وادیاشی، تحفة المحتاج، ۱: ۵۰۶، رقم: ۶۲۴
۴۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۳: ۳۲۳

(۳) مبارک پوری، جامع الترمذی مع شرح تحفة الاحوذی، ۳: ۳۷۸

دلالت کرے اسے شرعاً بدعت نہیں کہا جا سکتا اگرچہ وہ لغتاً بدعت ہو گی کیونکہ حضور علیہ السلام کا قول - کل بدعة ضلالة - جوامع الکلم میں سے ہے اس سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔ یہ دین کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور اَسلاف کے کلام میں جو بعض بدعات کو مستحسنہ قرار دیا گیا ہے تو یہ بدعت لغویہ ہے، شرعیہ نہیں ہے۔ اور اسی میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نماز تراویح کے بارے میں فرمان - نعمت البدعة هذه - ہے اور آپ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کیا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ان کانت هذه بدعة فنعمت البدعة'' (اگر یہ بدعت ہے تو یہ اچھی بدعت ہے)۔ اور جمعہ کی پہلی اذان بھی اسی میں سے ہے جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر شروع کیا تھا اور اسے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے قائم رکھا اور اسی پر مسلمانوں نے مداومت اختیار کی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ بدعت ہے کا شاید ان کا ارادہ بھی اس سے وہی تھا جو ان کے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کا نماز تراویح میں تھا (کہ باجماعت نماز تراویح ''نعمت البدعة'' ہے)۔''

وضاحت

تقسیمِ بدعت کے حوالے سے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ بعض اوقات ایک کام محض لُغوی اِعتبار سے بدعت ہوتا ہے شرعی اِعتبار سے نہیں۔ بعض لوگ بدعتِ لغوی کو ہی بدعتِ شرعی سمجھ کر حرام کہنے لگتے ہیں۔ لفظِ بدعت، چونکہ بَدَعَ سے مشتق ہے جس کے معنی ''نیا کام'' کے ہیں۔ اس لئے **لُغوی اعتبار سے ہر نئے کام کو خواہ اچھا ہو یا برا، صالح ہو یا فاسد، مقبول ہو یا نامقبول بدعت کہہ دیا جاتا ہے۔** یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام نے اس اِبہام سے بچنے کے لیے بدعت کی ایک اُصولی تقسیم یہ کی ہے کہ اسے بنیادی طور پر بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی، دو اقسام میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور بدعت کو بلا اِمتیاز و بلا تفریق صرف ایک ہی اکائی سمجھ کر ہر نئے کام کو جو عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا عہدِ صحابہ

کے بعد ایجاد ہوا یا رواج پذیر ہوا، مذموم، حرام اور باعث ضلالت قرار نہیں دیا بلکہ کسی نئے کام کو ’’بدعۃِ لغویہ‘‘ کے زمرے میں رکھا ہے اور کسی کو ’’بدعۃِ شرعیۃ‘‘ کے زمرے میں۔ اس طرح صرف بدعتِ شرعیہ کو ہی بدعتِ ضلالت قرار دیا ہے جبکہ بدعتِ لغویہ کو بالعموم بدعتِ حسنہ تصور کیا ہے۔

اس تقسیم کو صراحتاً بیان کرنے والوں میں منجملہ کثیر ائمہ دین اور علماء اعلام کے ابنِ تیمیہ (۷۲۸ھ)، ابنِ کثیر (۷۷۴ھ)، ابنِ رجب حنبلی (۷۹۵ھ)، علامہ شوکانی (۱۲۵۵ھ) اور علامہ بھوپالی (۱۳۰۷ھ) سے لے کر شیخ عبد العزیز بن باز (۱۴۲۱ھ) تک، ایک خاص نقطۂ نظر رکھنے والے علماء بھی شامل ہیں۔ ان میں سے بعض علماء اور محدّثین جو اپنے آپ کو ’’سلفی‘‘ کہتے ہیں، سوادِ اعظم سے اپنے آپ کو جدا قرار دیتے ہیں اور کسی لحاظ سے بھی بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی تقسیم جائز نہیں سمجھتے وہ بھی بدعت کو بدعتِ لُغوی اور بدعتِ شرعی میں تقسیم کرتے ہیں۔ جب کہ ہم بدعتِ حسنہ اور سیئہ کے ساتھ بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی کی تقسیم کو بھی مانتے ہیں کیوں کہ ہمارے نزدیک ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جس کو وہ بدعتِ شرعی کہتے ہیں ہم اسے بدعتِ سیئہ، بدعتِ ضلالہ یا بدعتِ قبیحہ بھی کہتے ہیں اور جس کو وہ بدعتِ لُغوی کہتے ہیں ہم اسے بدعتِ حسنہ، بدعتِ صالحہ اور بدعتِ خیر سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ لہٰذا کسی بھی نئے عمل کی حلت وحرمت کو جانچنے کے لئے اسے دلیلِ شرعی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اگر وہ عمل موافقِ دلیل ہو تو ’’بدعتِ حسنہ‘‘ کہلائے گا اور اگر مخالفِ دلیل ہو تو ’’بدعتِ سیئہ‘‘ یا ’’بدعتِ مذمومہ‘‘۔

مختصراً یہ کہ بدعت کے در اصل دو اِطلاقات ہیں: ایک شرعی اور دوسرا لغوی۔ شرعی اِطلاق میں بدعت ’’محدثات الأمور‘‘ کو شامل ہے اور یہی ’’بدعتِ سیّئہ‘‘ ہے۔ سو اس معنی میں ’’کل بدعۃ ضلالۃ‘‘ درست ہے، کیونکہ اس کا معنی و مراد ہی ’’کل بدعۃٍ سیّئۃٍ ضلالۃ‘‘ ہے لیکن لغوی اِطلاق میں بدعت کی تقسیم ہوگی۔ وہ اِس طرح کہ اگر وہ مخالفِ دلیلِ شرعی یا منافی و ناسخِ سنّت ہو تو خود بخود ’’بدعت شرعی‘‘ ہو جائے گی اور وہی

”بدعتِ سیئہ“ ”بدعتِ مذمومہ“ یا ”بدعتِ ضلالہ“ ہوگی لیکن اگر مخالفِ شریعت نہ ہو اور نہ ہی ناسخِ سنّت ہو تو وہ مباح اور جائز ہوگی۔

بدعتِ حسنہ کی اَہمیت وضرورت اور افادیت ومصلحت کے اعتبار سے اس کی مزید درجہ بندی کی گئی ہے سو یا وہ فقط بدعتِ مباحہ ہوگی، یا بدعتِ مندوبہ (مستحبّہ) ہوگی یا بدعتِ واجبہ یعنی صورۃً وھیئۃً تو وہ کوئی نیا کام ہوگا مگر اصلاً و دلالتاً اَمرِ خیر اور اَمرِ صالح ہوگا جسے شریعتِ اِسلامیہ کے عمومی دلائل و اَحکام کی اُصولی تائید میسّر ہوگی۔ اِسی لئے تمام اَئمہ و محدّثین اور فقہاء و محققین نے ہر زمانے میں بدعت کی یہ تقسیم بیان کی ہے۔

اگر ہر نیا کام محض اپنے نئے ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار پائے تو لامحالہ تعلیماتِ دین اور فقہ اسلامی کا بیشتر حصہ ناجائز کے زمرے میں آجائے گا۔ اِجتہاد کی ساری صورتیں، قیاس اور استنباط کی جملہ شکلیں ناجائز کہلائیں گی۔ اسی طرح دینی علوم و فنون اور ان کو سمجھنے کے لئے جملہ علومِ خادمہ جو فہمِ دین کے لئے ضروری اور عصری تقاضوں کے مطابق لابدی ہیں ان کا سیکھنا، سکھانا بھی حرام قرار پائے گا کیونکہ یہ سب علوم وفنون اپنی موجودہ شکل میں نہ عہدِ رسالت میں موجود تھے نہ ہی عہدِ صحابہ کرام میں۔ اُنہیں تو بعد میں ضرورت کے پیشِ نظر وضع اور مرتب کیا گیا۔ یہ تمام علوم و فنون اپنی ہیئت، اُصول، اِصطلاحات، تعریفات اور قواعد وضوابط کے اعتبار سے نئے ہیں لہٰذا بلاشک وشبہ یہ سب بدعتِ لُغوی کے زمرے میں آتے ہیں۔ مزید برآں اگر ہر نیا کام بدعتِ شرعی اور ضلالت و گمراہی قرار پائے تو دینی مدارس کی مروجہ تعلیم و تدریس اور نصابات کا بیشتر حصّہ بھی گمراہی قرار پائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ درس نظامی کے نصابات کے طریق پر درس و تدریس نہ تو حضور ﷺ کے زمانۂ اقدس میں تھی اور نہ ہی اس طرح کسی صحابی نے تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کا طریقہ نہایت سادہ تھا۔ یہ فقط قرآن و حدیث کے سماع و روایت پر مبنی تھا۔ لہٰذا قرآن حکیم کی موجودہ شکل میں طباعت و زیبائش سے لے کر حرمِ کعبہ اور مساجد کی پختہ تعمیر اور تزئین و آرائش تک بہت سے معاملات کا جواز بھی مجروح

اور ساقط ہو جائے گا۔ اس ساری تفصیل بیان کرنے کا مقصد فقط یہ ہے کہ اِشکال دور کرنے کے لیے بدعت کی حسنہ اور سیئہ میں تقسیم ناگزیر ہے۔

بدعت کی دوسری تقسیم

۱۔ بدعتِ حسنہ

۲۔ بدعتِ سیّئۃ

۱۔ بدعتِ حسنہ (Commendable Innovation)

بدعتِ حسنہ سے مراد وہ نیا عمل ہے جس کی اَصل، مثال یا نظیر کتاب وسنت میں موجود ہو اور وہ احکامِ شریعت سے متخالف ومتناقض نہ ہو بلکہ شریعت کے مستحسنات کے تحت داخل ہو۔

۱۔ اِمام بدرالدین عینیؒ (۸۵۵ھ) ’’عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری (۱۱: ۱۲۶)‘‘ میں بدعت کی تعریف اور تقسیم کرتے ہوئے بدعتِ حسنہ اور بدعتِ قبیحہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> البدعة علی نوعين: اِن کانت مما يندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی بدعة حسنة واِن کانت مما يندرج تحت مستقبح فی الشرع فهی بدعة مستقبحة.
>
> ’’بدعت کی دو قسمیں ہیں، اگر یہ شریعت کے مستحسنات کے تحت آ جائے تو یہ بدعتِ حسنہ ہے اور اگر یہ شریعت کے مستقبحات کے تحت آجائے تو یہ بدعتِ مستقبحۃ ہوگی۔‘‘

۲۔ اِمام اَبو زکریا محی الدین بن شرف نوویؒ بدعت کو بنیادی طور پر حسنہ اور سیئہ میں

تقسیم کرتے ہوئے اپنی کتاب ’’تهذیب الأسماء واللغات‘‘ میں فرماتے ہیں:

البدعة منقسمة الی حسنة و قبيحة وقال الشيخ الامام المجمع على امامته و جلالته و تمكنه فی انواع العلوم و براعته ابو محمد عبدالعزيز بن عبدالسلام فی آخر ’’كتاب القواعد‘‘ البدعة منقسمة إلى واجبة و محرمة و مندوبة و مكروهة و مباحة قال والطريق فی ذلک أن تعرض البدعة على قواعد الشريعة فان دخلت فی قواعد الايجاب فهی واجبة و إن دخلت فی قواعد التحريم فهی محرمة و إن دخلت فی قواعد المندوب فهی مندوبه و ان دخلت فی قواعد المكروه فهی مكروهة و ان دخلت فی قواعد المباح فهی مباحة.(۱)

’’بدعت کو بدعت حسنہ اور بدعت قبیحہ میں تقسیم کیا گیا ہے اور شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام ’’کتاب القواعد‘‘ میں فرماتے ہیں۔ بدعت کو بدعت واجبہ، محرمہ، مندوبہ، مکروھہ اور مباحہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعدِ شرعیہ سے موازنہ کیا جائے، اگر وہ بدعت قواعد ایجاب کے تحت داخل ہے تو واجب ہے اور اگر قواعدِ تحریم کے تحت داخل ہے تو حرام ہے اور اگر قواعدِ استحباب کے تحت داخل ہے تو مستحب ہے اور اگر کراھت کے قاعدہ کے تحت داخل ہے تو مکروہ اور اگر اباحت کے قاعدہ میں داخل ہے تو مباح ہے۔‘‘

۳۔ **علامہ ابن تیمیہ** ’’بدعت حسنہ‘‘ اور ’’بدعت ضلالہ‘‘ کے مفہوم کو مزید واضح کرتے

(۱) ۱۔ تهذيب الأسماء واللغات، ۳: ۲۲
۲۔ نووی، شرح صحيح مسلم، ۱: ۲۸۶
۳۔ سيوطی، حسن المقصد فی عمل المولد: ۵۱

ہوئے بیان کرتے ہیں:

قال الشافعي رحمه الله: البدعة بدعتان بدعة خالفت كتابا و سنة و إجماعا و أثرا عن بعض أصحاب رسول الله ﷺ فهذه بدعه ضلاله و بدعه لم تخالف شيئا من ذلک فهذه قد تكون حسنة لقول عمر نعمت البدعة هذه.(۱) هذا الكلام أو نحوه رواه البيهقي بإسناده الصحيح فى المدخل.(۲)

’’امام شافعیؒ نے بدعت کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ایک وہ بدعت جو قرآن و سنت، اجماع اور بعض اصحاب رسول ﷺ کے اقوال کے خلاف ہو تو وہ بدعت ضلالہ ہے۔ اور جو بدعت ان تمام چیزوں (یعنی قرآن و سنت، اجماع اور آثارِ صحابہ) میں سے کسی کے مخالف نہ ہو تو وہی بدعت حسنہ ہے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے ’’نعمت البدعة هذه‘‘ یہ یا اس جیسا دوسرا بیان اسے امام بیہقی نے اپنی صحیح اسناد کے ساتھ ’’المدخل‘‘ میں روایت کیا ہے۔‘‘

۴۔ **علامہ ابو اسحاق شاطبیؒ** بہت بڑے اُصولی، محدّث اور فقیہ گزرے ہیں۔ آپ کا شمار آٹھویں صدی ہجری کے جدید فکر کے حامل فقہاء میں ہوتا ہے۔ آپ اپنی معروف کتاب ’’الاعتصام (۲: ۱۱۱)‘‘ میں بدعتِ حسنہ کا استناد و اِعتبار بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فإن كان إعتبار المصالح المرسلة حقا فإعتبار البدع المستحسنة حق لأنهما يجريان من واد واحد. وإن لم يكن إعتبار البدع حقا،

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، باب ما جاء فى قيام رمضان، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بيهقى، شعب الايمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ سيوطى، تنوير الحوالك شرح مؤطا مالك، ۱: ۱۰۵، رقم: ۲۵۰

(۲) ابن تيمية، كتب ورسائل و فتاوى ابن تيمية فى الفقه، ۲۰: ۱۶

لم يصح إعتبار المصالح المرسلة.

’’مصالح مرسلہ اور بدعات حسنہ دونوں کا مآل ایک ہے اور دونوں برحق ہیں اور اگر بدعات حسنہ کا اعتبار صحیح نہ ہو تو مصالح مرسلہ کا اعتبار بھی صحیح نہیں ہو گا۔‘‘

۵۔ **علامہ ابن حجر عسقلانیؒ** نے اپنی مشہور و معروف تصنیف ’’فتح الباری شرح صحیح البخاری (۴: ۲۵۳)‘‘ میں بدعت کی تعریف اور تقسیم پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

والبدعة أصلها ما أحدث على غير مثال سابق، و تطلق في الشرع في مقابل السنة فتكون مذمومة، والتحقيق أنها إن كانت مما تندرج تحت مستحسن في الشرع فهي حسنة، و إن كانت مما تندرج مستقبح في الشرع فهي مستقبحة، و إلّا فهي من قسم المباح وقد تنقسم إلى الأحكام الخمسة.

’’بدعت سے مراد ایسے نئے اُمور کا پیدا کیا جانا ہے جن کی مثال سابقہ دور میں نہ ملے اور ان اُمور کا اطلاق شریعت میں سنت کے خلاف ہو پس یہ ناپسندیدہ عمل ہے، اور بالتحقیق اگر وہ بدعت شریعت میں مستحسن ہو تو وہ **بدعت حسنہ** ہے اور اگر وہ بدعت شریعت میں ناپسندیدہ ہو تو وہ **بدعت مستقبحہ** یعنی بری بدعت کہلائے گی اور اگر ایسی نہ ہو تو اس کا شمار **بدعت مباحہ** میں ہو گا۔ بدعت کو شریعت میں پانچ اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے (واجبہ، مندوبہ، محرمہ، مکروہہ اور مباحہ)۔‘‘

www.MinhajBooks.com

۶۔ **اِمام ابن حزم اُندلسیؒ** اپنی کتاب ’’الأحكام في أصول الاحكام (۱: ۴۷)‘‘ میں بدعتِ حسنہ اور بدعتِ مذمومہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والبدعة كل ما قيل أو فعل مما ليس له أصل فيما نسب إليه ﷺ

و هو في الدين كل مالم يأت في القرآن ولا عن رسول الله ﷺ إلا أن منها ما يؤجر عليه صاحبه و يعذر بما قصد إليه من الخير و منها ما يؤجر عليه صاحبه و يكون حسنا و هو ماكان أصله الإباحة كما روي عن عمر رضی اللہ عنہ نعمت البدعة هذه[1] و هو ما كان فعل خير جاء النص بعموم استحبابه و إن لم يقرر عمله في النص و منها ما يكون مذموما ولا يعذر صاحبه و هو ما قامت به الحجة علی فساده فتمادی عليه القائل به.

’’بدعت ہر اس قول اور فعل کو کہتے ہیں جس کی دین میں کوئی اصل یا دلیل نہ ہو اور اس کی نسبت حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف کی جائے لہٰذا دین میں ہر وہ بات بدعت ہے جس کی بنیاد کتاب و سنت پر نہ ہو مگر جس نئے کام کی بنیاد خیر پر ہو تو اس کے کرنے والے کو اس کے اِرادۂ خیر کی وجہ سے اَجر دیا جاتا ہے اور یہ بدعتِ حسنہ ہوتی ہے اور یہ ایسی بدعت ہے جس کی اصل اباحت ہے۔ جس طرح کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا **نعمت البدعة هذه** قول ہے۔ اور یہ وہی اچھا عمل تھا جس کے مستحب ہونے پر نص وارد ہوئی اگرچہ پہلے اس فعل پر صراحتاً نص نہیں تھی اور ان (بدعات) میں سے بعض افعال مذموم ہوتے ہیں لہٰذا اس کے عامل کو معذور نہیں سمجھا جاتا اور یہ ایسا فعل ہوتا ہے جس کے ناجائز ہونے پر دلیل قائم ہوتی ہے اور اس کا قائل اس پر سختی سے عامل ہوتا ہے۔‘‘

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶
۳۔ ابن خزيمة، الصحیح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰
۴۔ بيهقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۹۳، رقم: ۴۳۷۹
۵۔ بيهقی، شعب الايمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹

۲۔ بدعتِ سیّئۃ (Condemned innovation)

بدعتِ سیئہ سے مراد وہ نیا عمل ہے جو قرآن و حدیث کے مخالف ہو اور اس کی اصل مثال یا نظیر بھی کتاب و سنت میں نہ ہو دوسرے لفظوں میں بدعت سیئہ سے مراد وہ بدعت ہے جو کسی سنت کے ترک کا باعث بنے اور امرِ دین کو توڑے۔

۱۔ **علامہ اسماعیل حقیؒ** (۱۱۳۷ھ) بدعت کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بدعت صرف اُس عمل کو کہا جائے گا جو سنتِ رسول یا عملِ صحابہ و تابعین کے خلاف ہو، فرماتے ہیں:

أن البدعة هی الفعلة المخترعة فی الدین علی خلاف ما کان علیه النبی ﷺ و کانت علیه الصحابة و التابعون ﷺ۔(۱)

''بدعت اس فعل کو کہا جاتا ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کی سنت کے خلاف گھڑا جائے ایسے ہی وہ عمل صحابہ و تابعین ﷺ کے طریقے کے بھی مخالف ہو۔''

۲۔ **اِمام ملا علی قاریؒ** حدیث مبارکہ - کل بدعة ضلالة - کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أی کل بدعة سیئة ضلالة، لقوله علیه الصلوة والسلام: من سنّ فی الاسلام سنّة حسنة فله اجرها و أجر من عمل بها(۲) **وجمع**

(۱) اسماعیل حقی، تفسیر روح البیان، ۹: ۲۴

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الصدقه، ۲: ۷۰۵، رقم: ۱۰۱۷

۲۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقه، ۵: ۵۵، ۵۶، رقم: ۲۵۵۴

۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب سن سنة حسنة أو سیئة، ۱: ۷۴، رقم: ۲۰۳

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔۳۵۹

أبوبکر وعمر القرآن و کتبه زید فی المصحف و جدد فی عهد عثمان رضی الله عنهم۔ [۱]

''یعنی ہر بری بدعت گمراہی ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اس عمل کا اور اس پر عمل کرنے والے کا اجر ملے گا۔'' اور یہ کہ حضرت شیخین ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو جمع کیا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس کو صحیفہ میں لکھا اور عہد عثمانی میں اس کی تجدید کی گئی۔''

۳۔ **اِمام ابن حجر مکیؒ** (۹۷۶ھ) اِسی حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفی الحدیث کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار [۲] **وهو محمول علی المحرمة لا غیر۔** [۳]

''اور جو حدیث میں ہے کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے

---

(۱) ملا علی قاری، مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، ۱: ۲۱۶

(۲) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ۴: ۲۰۰، رقم: ۴۶۰۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، ۵: ۴۴، رقم: ۲۶۷۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، مقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵

۶۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۱: ۴۴۶، رقم: ۷۸۶

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۴۹، رقم: ۶۲۴

(۳) ابن حجر مکی، الفتاوی الحدیثیه: ۱۳۰

جائے گی‘‘ اس حدیث کو بدعتِ محرمہ پر محمول کیا گیا ہے، اس کے علاوہ اور کسی پر نہیں۔‘‘

۴۔ مشہور غیر مقلد عالم دین **مولانا وحید الزمان** بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے بدعتِ سیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ومنها ما هی ترک المسنون و تحریف المشروع وهی الضلالة وقال السید البدعة الضلالة المحرمة هی التی ترفع السنة مثلها والتی لا ترفع شيئا منها فلیست هی من البدعة بل هی مباح الأصل.(۱)

’’اور بدعات میں سے ایک وہ بدعت ہے جس سے کوئی سنت ترک ہو رہی ہو اور حکم شرعی میں تبدیلی آئے اور یہی بدعت ضلالہ (سیہ) ہے۔ نواب صاحب (نواب صدیق حسن بھوپالی) نے کہا ہے کہ بدعت وہ ہے جس سے اس کے بدلہ میں کوئی سنت متروک ہو جائے اور جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل میں مباح ہے۔‘‘

۵۔ **مولانا شبیر احمد عثمانی** ’’فتح الملهم شرح صحيح مسلم (۲: ۴۰۶)‘‘ میں حدیث – کل بدعة ضلالة – کی شرح کرتے ہوئے بدعتِ سیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال علي القاری قال فی الازهار أی کل بدعة سيئة ضلالة لقوله عليه الصلوة والسلام:

من سن فی الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها.(۲)

---

(۱) وحيد الزمان، هدية المهدی: ۱۱۷

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکوٰة، باب الحث علی الصدقه، ۲: ۷۰۵، رقم: ۱۰۱۷

وجمع ابو بکر وعمر القرآن(۱) و کتبه زید فی المصحف و جُدد فی عهد عثمان رضی الله عنه قال النووی البدعة کل شئ عمل علی غیر مثال سبق و فی الشرع إحداث مالم یکن فی عهد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وقوله: کل بدعة ضلالة(۲) عام مخصوص.

''ملا علی قاریؒ الازهار میں بیان کرتے ہیں کہ ''کل بدعة ضلالة'' سے ہر

.... ۲۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاة، باب التحریض علی الصدقه، ۵: ۵۵، ۵۶، رقم: ۲۵۵۴

۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب سن سنة حسنة أو سیئة، ۱: ۷۴، رقم: ۲۰۳

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔۳۵۹

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۰۱، ۱۰۲، رقم: ۳۳۰۸

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله لقد جاء کم رسول، ۴: ۱۷۲۰، رقم: ۴۴۰۲

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاحکام، باب یستحب للکاتب أن یکون امیناً عاقلاً، ۶: ۲۶۲۹، رقم: ۶۷۶۸

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب من سورة التوبة، ۵: ۲۸۳، رقم: ۳۱۰۳

۴۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۷، رقم: ۲۲۰۲

(۲) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ۴: ۲۰۰، رقم: ۴۶۰۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، ۵: ۴۴، رقم: ۲۶۷۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۲۴۹، رقم: ۶۲۴

بدعت سیئَہ کا گمراہی ہونا مراد ہے اس پر حضور ﷺ کا یہ قول دلیل ہے کہ ’’من سن فی الاسلام سنة حسنة فله أجرها و أجر من عمل بها‘‘ جیسا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے قرآن کو جمع کیا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے مصحف میں لکھا اور عہد عثمان رضی اللہ عنہ میں اس کی تجدید کی گئی۔ امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ بدعت ہر اُس عمل کو کہتے ہیں جس کو مثالِ سابق کے بغیر عمل میں لایا جائے اور اِصطلاحِ شرع میں ہر وہ نیا کام جو عہدِ نبوی میں نہ ہوا ہو بدعت کہلاتا ہے اور حدیث کل بدعة ضلالة عام مخصوص ہے۔‘‘

بدعتِ حسنہ بدعتِ لُغوی ہے

بے شمار اُمورِ خیر اور اُمورِ صالحہ کو اُن کے ’’نئے پن‘‘ کی وجہ سے بعض علماء اور محدّثین بدعتِ لغوی اور بعض بدعتِ حسنہ کہتے ہیں۔ حقیقت میں دونوں اِصطلاحات کا مقصود و مفہوم ایک ہی ہے۔ صرف الفاظ کا فرق ہے۔ پیچھے بیان کیا جا چکا ہے کہ ہم بدعتِ حسنہ اور سیہ کی تقسیم کے ساتھ ساتھ بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی کی تقسیم کو بھی مانتے ہیں۔ ہم ان دونوں تقسیمات میں کوئی تضاد نہیں سمجھتے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جس کو وہ بدعتِ شرعی کہتے ہیں ہم اسے بدعتِ سیہ، بدعتِ ضلالہ یا بدعتِ قبیحہ کہتے ہیں اور جس کو وہ بدعتِ لغوی کہتے ہیں ہم اسے بدعتِ حسنہ، بدعتِ صالحہ اور بدعتِ خیر کہتے ہیں۔ ذیل میں چند اُن علماء اور محدّثین کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو بدعت کو حسنہ اور سیہ کی بجائے بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان کی اِس تقسیم پر تھوڑا سا غور کرنے سے یہ اَمر واضح ہو جاتا ہے کہ بدعتِ حسنہ ہی بدعتِ لغوی ہے اور بدعتِ سیہ ہی بدعتِ شرعی ہے۔

۱۔ اِمام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) اپنی کتاب ’منہاج السنة (۴: ۲۲۴)‘‘ میں ’نعمت البدعة ھذہٖ‘‘ کے ذیل میں نمازِ تراویح کو بدعتِ لغوی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

إنما سماها بدعة لأن ما فعل ابتداء، بدعة لغة، وليس ذلک بدعة شرعية، فإن البدعة الشرعية التی هی ضلالة ما فعل بغير دليل شرعی.

’’اِسے (یعنی نمازِ تراویح کو) بدعت اِس لیے کہا گیا کہ یہ عمل اس سے پہلے اِس انداز میں نہیں ہوا تھا لہٰذا یہ بدعتِ لغوی ہے بدعتِ شرعی نہیں ہے کیونکہ بدعت شرعی وہ گمراہی ہوتی ہے جو دلیلِ شرعی کے بغیر سر انجام دی جائے۔‘‘

۲۔ اسی طرح **حافظ ابن کثیرؒ** (۷۷۴ھ) بھی ’’**تفسیر القرآن العظيم** (۱: ۱۶۱)‘‘ میں بدعت کی تقسیم بیان کرتے ہوئے نمازِ تراویح کو بدعتِ لغویہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والبدعة علی قسمين تارة تکون بدعة شرعية کقوله: فإن کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة[1] و تارة تکون بدعة لغوية کقول أمير المؤمنين عمر بن الخطاب عن جمعه إيّاهم علی صلاة التراويح واستمرارهم: نعمت البدعة هذه.[2]

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ۴: ۲۰۰، رقم: ۴۶۰۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، ۵: ۴۴، رقم: ۲۶۷۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدين، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵

(۲) ۱۔ مالک، المؤطا، ۱: ۱۱۴، رقم، ۲: ۲۵۰

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶

’’بدعت کی دو قسمیں ہیں بعض اَوقات یہ بدعت شرعیہ ہوتی ہے جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ’’فإن کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة‘‘ اور بعض اَوقات یہ بدعت لغویہ ہوتی ہے جیسا کہ اَمیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو نمازِ تراویح پر جمع کرتے اور دوام کی ترغیب دیتے وقت فرمان ’’نعمت البدعة هذه‘‘ ہے۔‘‘

جیسا کہ ہم اس سے قبل ذکر کر چکے ہیں کہ علامہ ابنِ تیمیہ اور حافظ ابنِ کثیر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان: ’’نعمت البدعة هذه‘‘ میں بدعت کو بدعتِ لغوی شمار کیا ہے حالاں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہیں نہیں فرمایا کہ هذه بدعة لغوية بلکہ انہوں نے بدعت کے ساتھ لفظ ’’نعم‘‘ اِستعمال کیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اُنہوں نے اِسے نعم البدعة یا بدعتِ حسنہ کہا ہے۔ اِس مفہوم کی شہادت قرآن میں بھی موجود ہے سورۂ صٓ میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

نِعْمَ الْعَبْدُ ط اِنَّهٗ اَوَّابٌ ○ (۱)

’’(حضرت سلیمان علیہ السلام) کیا خوب بندہ تھا، بے شک وہ بڑی کثرت سے توبہ کرنے والا تھا ○‘‘

اس آیت میں لفظِ نعم اِستعمال ہوا ہے اس کا معنی لغوی نہیں ہوتا بلکہ اِس کا معنی ’’اَچھا‘‘ یعنی ’’حسنہ‘‘ ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جسے نعم البدعة هذه کہا ہے لغت ہی کی رو سے اِس کا معنی بدعتِ حسنہ بنتا ہے یعنی باعتبارِ لغت بدعتِ لغوی سے مراد بدعتِ حسنہ ہے۔

www.MinhajBooks.com

------ ۳۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰

۴۔ بيهقي، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۹۳، رقم: ۴۳۷۹

۵۔ بيهقي، شعب الايمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹

(۱) صٓ، ۳۸: ۳۰

۳۔ علامہ ابن رجب حنبلیؒ (۷۹۵ھ) اپنی کتاب ’’جامع العلوم والحکم (۱: ۲۵۲)‘‘ میں نئے اُمورِ صالحہ کو بدعتِ لغوی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

المراد بالبدعة ما أحدث مما لا أصل له فی الشريعة يدلّ عليه، وأما ما كان له أصل من الشرع يدلّ عليه فليس ببدعة شرعاً وإن كان بدعة لغة.

’’بدعت سے مراد ہر وہ نیا کام ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو جو اس پر دلالت کرے لیکن ہر وہ معاملہ جس کی اصل شریعت میں موجود ہو وہ شرعاً بدعت نہیں اگرچہ وہ لغوی اعتبار سے بدعت ہو گا۔‘‘

پس ثابت ہوا کہ بدعت کو لغوی اور شرعی میں تقسیم کرنے والوں کے نزدیک بھی بدعتِ حسنہ سے مراد بدعتِ لغوی ہے۔

بدعتِ سیّئۃ ہی بدعتِ شرعی ہے

جمہور اَئمہ و محدّثین اور اَکابر فقہاء نے حدیث - نعمت البدعة هذهِ[1] اور مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً[2] - اور اس جیسی دیگر احادیث کی روشنی میں بدعت کی تقسیم ’’حسنہ‘‘ اور ’’سیئہ‘‘ میں کی ہے جب کہ چند دیگر علماء نے بدعت لغوی اور بدعت

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، ۱: ۱۱۴، رقم، ۲: ۲۵۰
۲۔ بخاری، الصحيح، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶
۳۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰
۴۔ بيهقی، السنن الكبریٰ، ۲: ۴۹۳، رقم: ۴۳۷۹
۵۔ بيهقی، شعب الايمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹

(۲) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيئة، ۴: ۲۰۵۹، رقم: ۲۶۷۴

شرعی میں تقسیم کی ہے۔ اگر ان دونوں تقسیمات پر تھوڑا سا تفکر و تدبر کیا جائے تو یہ امر واضح ہو جائے گا کہ نفسِ بدعت کا مفہوم اِن دونوں طبقات کے نزدیک ایک ہی ہے۔ دونوں کے نزدیک بدعتِ سیئہ ہی بدعتِ شرعی ہے اور بدعتِ شرعی ہی بدعتِ سیئہ ہے۔ اِمام شافعیؒ (۲۰۴ھ)، امام قرطبیؒ (۶۷۱ھ)، امام بیہقیؒ (۴۵۸ھ)، امام ابن عبد السلامؒ (۶۶۰ھ) اور امام نوویؒ (۶۷۶ھ) وغیرہ بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی اِصطلاح جبکہ علامہ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)، حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ)، علامہ ابن رجب حنبلی (۷۹۵ھ) اور علامہ شوکانی (۱۲۵۵ھ) وغیرہ بدعتِ لغویہ اور بدعتِ شرعیہ کی اِصطلاح اِستعمال کرتے ہیں۔ مختصراً یہ کہ دونوں طبقات کی اِصطلاحات کا باہمی موازنہ کرنے اور دونوں کے مقصود و مطلوب پر غور کرنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ دونوں عملی طور پر بدعت کی تقسیم پر متفق ہیں۔ مزید برآں دونوں کے نزدیک بدعتِ حسنہ ہی بدعتِ لغوی ہے اور بدعتِ سیئہ ہی بدعتِ شرعی ہے۔

------ ۲۔ مسلم، الصحیح، ۲: ۷۰۵، کتاب الزکوة، باب الحث علی الصدقه، رقم: ۱۰۱۷

۳۔ نسائی، السنن، ۵: ۵۵، ۵۶، کتاب الزکاة، باب التحریض علی الصدقه، رقم: ۲۵۵۴

۴۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب سن سنة حسنة أو سيئة، ۱: ۷۴، رقم: ۲۰۳

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔۳۵۹

فصل دوم

بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیّئہ کی اَقسام

www.MinhajBooks.com

بدعت کی حسنہ اور سیئہ میں تقسیم کی بنیاد بعد کے ائمہ و محدّثین اور علماء و فقہاء اسلام نے ہرگز نہیں رکھی بلکہ اُنہوں نے ارشادِ نبوی ﷺ اور سنّتِ خلفائے راشدین کی ہی تشریح و توضیح کی ہے اور اسے خاص علمی نظم کے ساتھ بیان کر دیا ہے، لہٰذا **امام نووی**ؒ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ بنیادی طور پر بدعت کی دو اقسام ہیں:

البدعة فی الشرع هی إحداث ما لم يکن فی عهد رسول اﷲ ﷺ وهی منقسمة إلی حسنة و قبيحة. (۱)

''شریعت میں بدعت سے مراد وہ نئے اُمور ہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں نہ تھے، اور یہ بدعت ''حسنہ'' اور ''قبیحہ'' میں تقسیم ہوتی ہے۔''

اسی طرح **اِمام ابن اثیر جزری**ؒ (۶۰۶ھ) بھی بدعت کی بنیادی طور پر دو اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

البدعة بدعتان: بدعة هدی و بدعة ضلال۔ (۲)

''بدعت کی دو قسمیں ہیں: بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔''

لفظِ ''بدعتِ حسنہ'' خود ہی اس طرف اِشارہ کر رہا ہے کہ ہر نیا کام ناجائز اور

(۱) ۱۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۳: ۲۲
۲۔ نووی، شرح صحيح مسلم، ۱: ۲۸۶
۳۔ سيوطی، حسن المقصد فی عمل المولد: ۵۱
۴۔ صالحی، سبل الهدی والرشاد، ۱: ۳۷۰

(۲) ابن أثير جزری، النهاية فی غريب الحديث والأثر، ۱: ۱۰۶

www.MinhajBooks.com

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

حرام نہیں ہوتا بلکہ ہر ایسا نیا کام جس کی کوئی اصل، مثال یا نظیر کتاب و سنت میں موجود ہو یا شریعت کے ساتھ اس کی کوئی مطابقت ہو مزید برآں وہ مبنی بر خیر اور مبنی بر مصلحت ہو اور اصلاً حسنات و خیرات اور صالحات کے زمرے میں آتا ہو تو وہ ''بدعتِ حسنہ'' ہوگا اس کے برعکس اگر وہ بدعت دینِ اسلام سے متضاد ہو، قواعدِ دین، احکامِ دین، احکامِ سنت اور دین کی مصلحتوں کے خلاف ہو، کتاب و سنت کے کسی حکم کو منسوخ کر کے فتنہ پیدا کر رہی ہو تو وہ ''بدعتِ سیئہ'' ہوگی لہٰذا فرمانِ نبوی ﷺ - **كُلُّ بدعَةٍ ضَلالَةٌ** - خود بخود ''**كُلُّ بِدْعَةٍ سَيِّئةٍ ضَلالَةٌ**'' پر محمول ہوگا تاکہ بدعتِ حسنہ اس سے مستثنٰی ہو سکے۔

کوئی معترض یہاں پر یہ اعتراض وارد کر سکتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے تو ''**كُلُّ بِدعَةٍ ضَلالَةٌ**'' یعنی ہر بدعت کو ضلالت فرمایا ہے۔ پھر بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی تقسیم کہاں سے نکل آئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تقسیم نئی نہیں بلکہ شروع سے لے کر آج تک تمام اکابر ائمہ و محدّثین نے حدیثِ نبوی کی روشنی میں بدعت کی یہ تقسیم بیان کی ہے۔ تفصیلات کے لئے راقم کی کتاب ''**بدعت: ائمہ و محدثین کی نظر میں**'' ملاحظہ فرمائیں۔

اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جہاں سے بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی کی تقسیم ماخوذ ہے وہیں سے بدعتِ حسنہ اور سیئہ نکلی ہیں۔ مثلاً حدیث ''**نعم البدعة هذه**'' میں باجماعت نمازِ تراویح کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ یہ بدعتِ حسنہ نہیں بلکہ بدعتِ لغوی ہے، پس جس حدیث سے بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی نکلی ہے اسی سے بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی اِصطلاح ماخوذ ہے۔

ایک اور اَہم بات یہ ہے کہ حدیثِ مبارکہ میں لغوی اور شرعی کی تقسیم کا ذکر نہیں ہے بلکہ حسنہ اور سیئہ کے الفاظ اِستعمال ہوئے ہیں۔ جیسے حدیث - **نعم البدعة هذه**[1] -

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، ۱: ۱۱۴، رقم، ۲: ۲۵۰

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب صلاة التراویح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶

۳۔ ابن خزیمة، الصحیح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰

میں لفظِ ’’نعم‘‘ بدعتِ حسنہ کی طرف اور ’’من سنّ فی الاسلام سنة سيئة‘‘(۱) میں لفظِ ’’سیئة‘‘ بدعتِ سیئہ پر دال ہے۔ لہٰذا جس کو وہ بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی کہتے ہیں اسی کو جمہور ائمہ و محدّثین بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کہتے ہیں۔ پس اگر بدعتِ لغوی اور شرعی کی تقسیم جائز ہے تو حسنہ اور سیئہ کی تقسیم کیوں جائز نہیں اور اگر بدعتِ حسنہ اور سیئہ کی تقسیم جائز نہیں تو لغوی اور شرعی کی تقسیم بھی جائز نہیں۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک ہر بدعت، بدعتِ ضلالہ ہے اگر اِن کی یہ بات مان لی جائے تو پھر لفظِ بدعت کے ساتھ لفظِ شرعی لگانے کی کیا ضرورت ہے؟ مزید برآں اگر بدعت کی بدعتِ لغوی اور شرعی میں ہی تقسیم کرنی ہے تو پھر حدیث میں لفظ ’’نعم‘‘ کہاں جائے گا؟ کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں ’’نعم البدعة‘‘ یعنی اچھی بدعت۔ ان دلائل و اِشارات سے ثابت ہوتا ہے کہ بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی تقسیم اَقرب إلی متن الحدیث ہے۔ یعنی لفظِ ’’نعم‘‘ کو لفظِ حسنہ کے مترادف کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی مزید تقسیم کی گئی ہے جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۲: ۴۹۳، رقم: ۴۳۷۹

۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيئة، ۴: ۲۰۵۹، رقم: ۲۶۷۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکوٰة، باب الحث علی الصدقه، ۲: ۷۰۵، رقم: ۱۰۱۷

۳۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاة، باب التحریض علی الصدقه، ۵: ۵۵، ۵۶، رقم: ۲۵۵۴

۴۔ ابن ماجه، السنن، مقدمة، باب سن سنة حسنة أو سيئة، ۱: ۷۴، رقم: ۲۰۳

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔۳۵۹

بدعتِ حسنہ کی اقسام

بدعتِ حسنہ کی مزید تین اقسام ہیں:

۱۔ بدعتِ واجبہ

۲۔ بدعتِ مستحبہ (مستحسنہ)

۳۔ بدعتِ مباحہ

۱۔ بدعتِ واجبہ (Compulsory Innovation)

وہ کام جو اپنی ہیئت میں تو بدعت ہو لیکن اس کا وجود واجب کی طرح دین کی ضرورت بن جائے اور اسے ترک کرنے سے دین میں حرج واقع ہو جیسے قرآنی آیات پر اعراب، دینی علوم کی تفہیم کے لئے صرف و نحو کا درس و تدریس، اُصولِ تفسیر، اُصول حدیث، فقہ و اصولِ فقہ اور دیگر علوم عقلیہ وغیرہ کی تعلیم کا اہتمام، دینی مدارس کا قیام، درسِ نظامی کے نصابات ،ان کی اِصطلاحات اور اس کے علاوہ فِرقِ باطلہ (قدریہ، جبریہ، مُرجیہ، جہمیہ اور مرزائی وغیرہ) کا ردّ سب ''بدعاتِ واجبہ'' ہیں۔[۱]

۲۔ بدعتِ مستحبہ (مستحسنہ) (Recommendatory Innovation)

جو کام اپنی ہیئت اور اَصل میں نیا ہو لیکن شرعاً ممنوع ہو نہ واجب، بلکہ عام مسلمان اسے ثواب اور مستحسن اَمر سمجھ کر کریں بدعتِ مستحبہ کہلاتا ہے۔ اس کے نہ کرنے والا گنہگار نہیں ہوتا لیکن کرنے والے کو ثواب ملتا ہے جیسے مسافر خانے، مدارس کی تعمیر اور

www.MinhajBooks.com

---

(۱) ۱۔ شاطبی ،الاعتصام، ۲ : ۱۱۱

۲۔ آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ۱۴ : ۱۹۲

۳۔ نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ۱ : ۲۲

ہر وہ اچھی بات جو پہلے نہیں تھی اس کا ایجاد کرنا، جیسے نماز تراویح کی جماعت، تصوف و طریقت کے باریک مسائل کا بیان، محافلِ میلاد، محافلِ عرس وغیرہ جنہیں عام مسلمان ثواب کی خاطر منعقد کرتے ہیں اور ان میں شرکت نہ کرنے والا گناہگار نہیں ہوتا۔(۱)

اُمت کی بھاری اکثریت کی طرف سے کیے جانے والے ایسے اَعمالِ حسنہ کے بارے میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما رأه المؤمن حسنا فهو عند الله حسن وما رأه المؤمنون قبيحًا فهو عند الله قبيح۔(۲)

”جس عمل کو (بالعموم) مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جس کو مسلمان برا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔“

۳۔ بدعتِ مباحہ (Permissible Innovation)

وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور جسے مسلمان صرف جائز سمجھ کر ثواب کی نیت کے بغیر اختیار کرلیں بدعتِ مباحہ کہلاتا ہے۔ فقہا نے فجر اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنے اور عمدہ لذیذ کھانے اور مشروبات کے اِستعمال کو ”بدعت مباحہ“ سے تعبیر کیا ہے۔(۳)

---

(۱) ۱۔ نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ۱: ۲۳
۲۔ وحید الزمان، هدية المهدی: ۱۱۷

(۲) ۱۔ بزار، المسند، ۵: ۲۱۳، رقم: ۱۸۱۶
۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۷۹، رقم: ۳۶۰۰
۳۔ حاکم، المستدرك، ۳: ۸۳، رقم: ۴۴۶۵
۴۔ طبرانی، المعجم الکبير، ۹: ۱۱۲، رقم: ۸۵۸۳

(۳) ۱۔ ابن حجر مکی، الفتاوی الحديثية: ۱۳۰
۲۔ وحيد الزمان، هدية المهدی: ۱۱۷
۳۔ نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ۱: ۲۳

بدعتِ سیئہ کی اَقسام

بدعتِ سیئہ کی دو اقسام بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ بدعتِ محرّمہ

۲۔ بدعتِ مکروہہ

۱۔ بدعتِ محرّمہ (Forbidden Innovation)

وہ نیا کام جس سے دین میں تضاد، اختلاف اور انتشار واقع ہو یا وہ نئے اُمور جو اُصولِ دین سے متخالف ومتناقض ہوں مثلاً نئے مذاہب، جیسے قدریہ، جبریہ، مرجیہ (اور آج کل مرزائی وقادیانی) وغیرہ کا وجود، جبکہ ان مذاہبِ باطلہ کی مخالفت ''بدعتِ واجبہ'' کا درجہ رکھتی ہے۔[۱]

۲۔ بدعتِ مکروہہ (Prohibited innovation)

جن نئے کاموں سے سنت موکدہ یا غیر موکدہ چھوٹ جائے۔ اس میں علماء متقدمین نے مساجد کی بلاضرورت اور فخریہ آرائش وتزئین وغیرہ کو شامل کیا ہے۔[۲]

(۱) ۱۔ نووی، تہذیب الاسماء واللغات، ۱: ۲۲
۲۔ وحید الزماں، ھدیۃ المھدی: ۱۱۷

(۲) ابن حجر مکی، الفتاوی الحدیثیۃ: ۱۳۰

فصل سوم

تقسیمِ بدعت پر ائمہ و محدّثین کی آرا

www.MinhajBooks.com

ذیل میں ہم تقسیمِ بدعت کے حوالے سے اکابر ائمہ و محدّثین کے اقوال نقل کریں گے جس سے یہ اَمر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ بدعت کی تقسیم کوئی نیا کام نہیں ہے بلکہ یہ اُنہیں اَحادیث و آثار کی تشریح و توضیح ہے جن میں بدعت کو حسنہ اور سیہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ **امام عز الدین عبدالعزیز بن عبد السلام السلمی الشافعیؒ** بہت بڑے اُصولی، محدّث اور اِمام تھے۔ اہلِ زمانہ اِنہیں ''سلطان العلماء'' کے نام سے پکارتے تھے۔[۱] وہ اَپنی کتاب ''قواعد الأحکام فی مصالح الأنام'' میں بدعت کی پانچ اقسام اور ان کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

البدعة فعل مالم یعهد فی عصر رسول اللہ ﷺ وهی منقسمة إلی بدعة واجبة و بدعة محرمة و بدعة مندوبة و بدعة مکروهة و بدعة مباحة.[۲]

---

(۱) ۱۔ ابن سبکي، طبقات الشافعية ۸: ۲۰۹
۲۔ ابن کثیر، البداية والنهاية، ۱۳: ۲۳۵
۳۔ عبد الحي، شذرات الذهب فی أخبار من ذهب، ۵: ۳۰۱

(۲) ۱۔ عزالدین، قواعد الأحکام فی مصالح الأنام، ۲: ۳۳۷
۲۔ عز الدین، فتاوی العز بن عبدالسلام: ۱۱۶
۳۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۳: ۲۱
۴۔ سیوطی، شرح سنن ابن ماجه، ۱: ۶
۵۔ ابن حجر مکی، الفتاوی الحدیثیه: ۱۳۰

”بدعت سے مراد وہ فعل ہے جو حضور ﷺ کے زمانے میں نہ کیا گیا ہو، بدعت کی حسبِ ذیل اقسام ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح۔“

۲۔ **اِمام اَبو زکریا محی الدین بن شرف نوویؒ** کا اِعتقاد اور مذہب بھی یہی ہے کہ بدعت کی پانچ اقسام ہیں۔ وہ بدعت کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال العلماء: البدعة خمسة أقسام واجبة ومندوبة ومحرمة ومكروهة ومباحة فمن الواجبة نظم أدلة المتكلمين للرد على الملاحدة والمبتدعين و شبه ذلک ومن المندوبة تصنيف كتب العلم و بناء المدارس والربط و غير ذلک و من المباح التبسط في ألوان الأطعمة و غير ذلک والحرام والمكروه ظاهران وقد أوضحت المسألة بأدلتها المبسوطة في تهذيب الأسماء واللغات فإذا عرف ما ذكرته علم أن الحديث من العام المخصوص و كذا ما أشبهه من الأحاديث الواردة و يؤيد ما قلناه قول عمر ابن الخطاب رضی الله عنه في التراويح نعمت البدعة(۱) ولا يمنع من كون الحديث عاما مخصوصا قوله كل بدعة مؤكدا بكل بل يدخله التخصيص مع ذلک كقوله تعالى: ﴿تدمر كل شيء﴾(۲). (۳)

---

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، باب ما جاء فی قیام رمضان، ۱/۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳/۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ سیوطی، تنویر الحوالك شرح مؤطا مالك، ۱/۱۰۵، رقم: ۲۵۰

(۲) الاحقاف، ۴۶:۲۵

(۳) نووی، شرح صحیح مسلم، ۶: ۱۵۴

’’علماء نے بدعت کی پانچ اقسام بدعت واجبہ، مندوبہ، محرمہ، مکروہہ اور مباحہ بیان کی ہیں۔ بدعت واجبہ کی مثال متکلمین کے دلائل کو ملحدین، مبتدعین اور اس جیسے دیگر اُمور کے رد کے لئے استعمال کرنا ہے اور بدعتِ مستحبہ کی مثال جیسے کتب تصنیف کرنا، مدارس، سرائے اور اس جیسی دیگر چیزیں تعمیر کرنا۔ بدعتِ مباح کی مثال یہ ہے کہ مختلف انواع کے کھانے اور اس جیسی چیزوں کو اپنانا ہے جبکہ بدعت حرام اور مکروہ واضح ہیں اور اس مسئلہ کو تفصیلی دلائل کے ساتھ میں نے ’’تھذیب الاسماء واللغات‘‘ میں واضح کر دیا ہے۔ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اگر اس کی پہچان ہوجائے گی تو پھر یہ سمجھنا آسان ہے کہ یہ حدیث اور دیگر ایسی احادیث جو ان سے مشابہت رکھتی ہیں عام مخصوص میں سے تھیں اور جو ہم نے کہا اس کی تائید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول: ’’نعمت البدعة‘‘ کرتا ہے اور یہ بات حدیث کو عام مخصوص کے قاعدے سے خارج نہیں کرتی۔ قول: ’’کل بدعة‘‘ لفظِ ’’کلّ‘‘ کے ساتھ مؤکد ہے لیکن اس کے باوجود اس میں تخصیص شامل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ’’تدمر کل شئ‘‘ (وہ ہر چیز کو اُکھاڑ پھینکے گی) میں تخصیص شامل ہے۔

۳۔ معروف مالکی فقیہ **اِمام شہاب الدین احمد بن ادریس القرافیؒ** بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب ’’انوار البروق فی انوار الفروق (۴: ۲۰۲۔۲۰۵)‘‘ میں رقم طراز ہیں:

البدعة خمسة أقسام .... واجب و محرم و مندوب ومکروهة والمباحة.

’’بدعت کی پانچ اقسام ہیں: وہ بدعت واجبہ، بدعت محرمہ، بدعت مستحبہ، بدعت مکروہہ اور بدعت مباحہ ہیں۔‘‘

۴۔ **امام ابن تیمیہ** اپنی کتاب ’’منھاج السنة (۴: ۲۲۴)‘‘ میں لغوی بدعت اور

شرعی بدعت کو واضح کرتے ہوئے ''نعمت البدعة هذهٖ'' کے ذیل میں بیان کرتے ہیں:

إنّما سماها بدعة لأن ما فعل ابتداء، بدعة لغة، وليس ذلک بدعة شرعية، فإن البدعة الشرعية التی هی ضلالة ما فعل بغير دليل شرعی.

''اِسے بدعت اِس لیے کہا گیا کہ یہ عمل اس سے پہلے اِس انداز میں نہیں ہوا تھا لہٰذا یہ بدعتِ لغوی ہے بدعتِ شرعی نہیں ہے کیونکہ بدعتِ شرعی وہ گمراہی ہوتی ہے جو دلیل شرعی کے بغیر سرانجام دی جائے۔''

علامہ ابن تیمیہ ''بدعتِ حسنہ'' اور ''بدعتِ ضلالہ'' کے مفہوم کو مزید واضح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

قال الشافعي رحمه الله البدعة بدعتان بدعة خالفت كتابا و سنة و إجماعا و أثرا عن بعض أصحاب رسول الله ﷺ فهذه بدعة ضلالة و بدعة لم تخالف شيئا من ذلک فهذه قد تكون حسنة لقول عمر: نعمت البدعة هذه(۱) هذا الكلام أو نحوه. رواه البيهقي بإسناده الصحيح فی المدخل.(۲)

''امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بدعت کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ایک وہ بدعت جو قرآن وسنت، اجماع اور بعض اَصحابِ رسول ﷺ کے اقوال کے خلاف ہو تو وہ بدعت ضلالہ ہے۔ اور جو بدعت ان تمام چیزوں (یعنی قرآن و سنت،

(۱) ۱۔ مالك، المؤطا، باب ما جاء فی قيام رمضان، ۱: ۱۱۴، رقم: ۲۵۰
۲۔ بيهقی، شعب الايمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹
۳۔ سيوطی، تنوير الحوالك شرح مؤطا مالك، ۱: ۱۰۵، رقم: ۲۵۰
(۲) ابن تيمية، كتب ورسائل و فتاوی ابن تيمية فی الفقه، ۲۰: ۱۶

اجماع اور آثارِ صحابہ) میں سے کسی کے مخالف نہ ہو تو وہی بدعتِ حسنہ ہے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''نعمت البدعة هذه'' یہ یا اس جیسا دوسرا بیان اسے امام بیہقی نے اپنی صحیح اسناد کے ساتھ ''المدخل'' میں روایت کیا ہے۔''

۵۔ **حافظ عماد الدین اسماعیل ابن کثیر** ''تفسیر القرآن العظیم (۱: ۱۶۱)'' میں بدعت کی تقسیم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والبدعة علی قسمین تارة تکون بدعة شرعیة کقوله: (فإن کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة) و تارة تکون بدعة لغویة کقول أمیر المؤمنین عمر بن الخطاب عن جمعه إیّاهم علی صلاة التراویح واستمرارهم: نعمت البدعة هذه.

''بدعت کی دو قسمیں ہیں: بعض اوقات یہ بدعتِ شرعیہ ہوتی ہے جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''فإنّ کلّ محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة'' اور بعض اوقات یہ بدعتِ لغویہ ہوتی ہے جیسا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق کا لوگوں کو نماز تراویح پر جمع کرتے اور دوام کی ترغیب دیتے وقت فرمان ''نعمت البدعة هذه'' ہے۔''

۶۔ **علامہ ابن رجب حنبلیؒ** (۷۹۵ھ) اپنی کتاب ''جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم (ص: ۲۵۳)'' میں تقسیمِ بدعت کے تناظر میں اِمام شافعیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وقد روی الحافظ أبو نعیم بإسناد عن إبراهیم ابن الجنید قال: سمعت الشافعی یقول: البدعة بدعتان: بدعة محمودة و بدعة مذمومة، فما وافق السنة فهو محمود، وما خالف السنة فهو

مذموم.

”حافظ ابونعیم نے ابراہیم بن جنید کی سند سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ بدعتِ محمودہ اور بدعتِ مذمومہ۔ بدعتِ محمودہ وہ بدعت ہے جو سنت کے مطابق و موافق ہو اور جو بدعت سنت کے مخالف و متناقض ہو وہ مذموم ہے۔“

۷۔ **علامہ ابنِ اثیر جزریؒ** حدیثِ عمر: ”نعمت البدعة هذه“ کے تحت بدعت کی اقسام اور ان کا شرعی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

البدعة بدعتان: بدعة هدًى، وبدعة ضلال، فما كان فی خلاف ما أمر الله به و رسوله ﷺ فهو فی حيز الذّم والإنكار، وما كان واقعا تحت عموم ما ندب الله إليه و حضَّ عليه الله أو رسوله فهو فی حيز المدح.(۱)

”بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ جو کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اَحکام کے خلاف ہو وہ مذموم اور ممنوع ہے، اور جو کام کسی ایسے عام حکم کا فرد ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اس حکم پر راغب کیا ہو اس کام کا کرنا محمود ہے۔“

۸۔ **علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانیؒ** تصور بدعت اور اس کی تقسیم بیان کرتے ہوئے اپنی کتاب ”الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری (۹: ۱۵۴، ۱۵۵)“ میں لکھتے ہیں:

البدعة كل شيء عمل على غير مثال سابق وهی خمسة أقسام: واجبة ومندوبة و محرمة ومكروهة ومباحة.

---

(۱) ابن أثير جزری، النهاية فی غريب الحديث والأثر، ۱: ۱۰٦

’’ہر وہ چیز جس پر مثال سابق کے بغیر عمل کیا جائے وہ ’’بدعت‘‘ کہلاتی ہے اور اس کی پانچ اقسام ہیں: بدعتِ واجبہ، بدعتِ مندوبہ، بدعتِ محرمہ، بدعتِ مکروہہ اور بدعتِ مباحہ۔‘‘

۹۔ **علامہ ابن حجر عسقلانیؒ** نے اپنی مشہور و معروف تصنیف ’’فتح الباری شرح صحیح البخاری (۴: ۲۵۳)‘‘ میں بدعت کی تعریف اور تقسیم پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

والبدعة أصلها ما أحدث علی غیر مثال سابق، و تطلق فی الشرع فی مقابل السنة فتکون مذمومة، والتحقیق أنها إن کانت مما تندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی حسنة، و إن کانت مما تندرج مستقبح فی الشرع فهی مستقبحة، و إلَّا فهی من قسم المباح وقد تنقسم إلی الأحکام الخمسة.

’’بدعت سے مراد ایسے نئے اُمور کا پیدا کیا جانا ہے جن کی مثال سابقہ دور میں نہ ملے اور ان اُمور کا اطلاق شریعت میں سنت کے خلاف ہو پس یہ ناپسندیدہ عمل ہے، اور بالتحقیق اگر وہ بدعت شریعت میں مستحسن ہو تو وہ بدعت حسنہ ہے اور اگر وہ بدعت شریعت میں ناپسندیدہ ہو تو وہ بدعت مستقبحہ یعنی بری بدعت کہلائے گی اور اگر ایسی نہ ہو تو اس کا شمار بدعت مباحہ میں ہو گا۔ بدعت کو شریعت میں پانچ اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے (واجبہ، مندوبہ، محرمہ، مکروہہ اور مباحہ)۔‘‘

۱۰۔ **اِمام بدر الدین عینیؒ** بدعت کی تعریف اور اس کی تقسیم بیان کرتے ہوئے ’’عمدة القاری شرح صحیح البخاری (۱۱: ۱۲۶)‘‘ میں رقم طراز ہیں:

البدعة علی نوعین اِن کانت مما یندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی بدعة حسنة و اِن کانت مما یندرج تحت مستقبح

فى الشرع فهى بدعة مستقبحة.

’’بدعت اصل میں اُس نئے کام کو بجا لانا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں نہ ہوا ہو پھر بدعت کی دو قسمیں ہیں اگر یہ بدعت شریعت کے مستحسنات کے تحت آ جائے تو یہ ’’بدعتِ حسنہ‘‘ ہے اور اگر یہ شریعت کے مستقبحات کے تحت آ جائے تو یہ ’’بدعتِ مستقبحة‘‘ ہے۔‘‘

۱۱۔ امام جلال الدین سیوطیؒ اپنے فتاویٰ ’’الحاوی للفتاوی‘‘ میں علامہ نوویؒ کے حوالے سے بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أن البدعة لم تنحصر في الحرام و المكروه، بل قد تكون أيضاً مباحة و مندوبة و واجبة. قال النوويؒ في تهذيب الأسماء واللُّغات، البدعة في الشرع هي إحداث ما لم يكن في عهد رسول الله ﷺ وهي منقسمة إلى حسنة و قبيحة، وقال الشيخ عز الدين بن عبدالسلامؒ في القواعد: البدعة منقسمة إلى واجبة و محرمة و مندوبة و مكروهة و مباحة.(۱)

’’بدعت حرام اور مکروہ تک ہی محصور نہیں ہے بلکہ اسی طرح یہ مباح، مندوب اور واجب بھی ہوتی ہے جیسے کہ امام نووی اپنی کتاب ’’تهذيب الاسماء و اللغات‘‘ میں فرماتے ہیں کہ شریعت میں بدعت اس عمل کو کہتے ہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں نہ ہوا ہو اور یہ بدعت، بدعت حسنہ اور بدعت قبیحہ میں تقسیم ہوتی ہے اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام اپنی کتاب ’’قواعدالاحکام

(۱) ۱۔ سیوطی، الحاوی للفتاویٰ، ۱: ۱۹۲
۲۔ سیوطی، شرح سنن ابن ماجه، ۱: ۶
۳۔ سیوطی، الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج، ۲: ۴۴۵

فی مصالح الانام'' میں کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ بدعت کی تقسیم واجب، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح کے اعتبار سے ہوتی ہے۔''

۱۲۔ **علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان - نعم البدعة هذه - کے ضمن میں بدعت کی تعریف اور تقسیم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نعم البدعة هذه[1] **سماها بدعة لأنه ﷺ لم يسن لهم الاجتماع لها ولا كانت في زمن الصديق ولا أوّل الليل ولا كل ليلة ولا هذا العدد. وهي خمسة واجبة ومندوبة ومحرمة ومكروهة ومباحة.**[2]

''نعم البدعة هذه'' کے تحت نمازِ تراویح کو بدعت کا نام دیا گیا کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے تراویح کے لئے اجتماع کو مسنون قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس طریقے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں (پابندی کے ساتھ) رات کے ابتدائی حصے میں تھی اور نہ ہی مستقلاً ہر رات پڑھی جاتی تھی اور نہ ہی (تراویح کی رکعات کا) یہ عدد متعین تھا اور بدعت کی درج ذیل پانچ اقسام واجبہ، مندوبہ، محرمہ، مکروهہ، اور مُبَاحہ ہیں۔''

۱۳۔ **امام محمد بن یوسف صالحی شامیؒ** اپنی معروف کتاب ''سبل الهدى والرشاد (۱: ۳۷۰)'' میں علامہ تاج الدین فاکہانی کے اس مؤقف - أن الابتداع في الدين ليس مباحًا - کا محاکمہ کرتے ہیں اور اس ضمن میں بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم:۱۹۰۶
۲۔ مالك، المؤطا، ۱: ۱۱۴، رقم، ۲: ۲۵۰
۳۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰

(۲) قسطلانی، ارشاد الساری لشرح صحيح البخاری، ۳: ۴۲۶

ہیں:

أن البدعة لم تنحصر في الحرام والمكروه، بل قد تكون أيضاً مباحة و مندوبة و واجبة. قال النوويؒ في تهذيب الأسماء واللُّغات: البدعة في الشرع: هي ما لم يكن في عهد رسول الله ﷺ وهي منقسمة إلى حسنة و قبيحة. وقال الشيخ عز الدين بن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالی في القواعد: البدعة منقسمة إلى واجبة و إلى محرمة و مندوبة و مكروهة و مباحة.

’’بدعت کا انحصار صرف حرام اور مکروہ پر نہیں ہے بلکہ بدعت اسی طرح مباح مندوب اور واجب بھی ہوتی ہے۔ اِمام نوویؒ اپنی کتاب ’’تهذيب الأسماء واللُّغات‘‘ میں فرماتے ہیں شریعت میں بدعت اس عمل کو کہتے ہیں جو عہدِ رسالت مآب ﷺ میں نہ ہوا ہو اور یہ بدعتِ حسنہ اور بدعت قبیحہ میں تقسیم کی جاتی ہے۔ شیخ عز الدین بن عبد السلام اپنی کتاب ’’قواعد الاحکام‘‘ میں فرماتے ہیں بدعت واجب، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح میں تقسیم ہوتی ہے۔‘‘

۱۴۔ **امام محمد عبدالرؤوف المناوی** اپنی کتاب ’’فيض القدير شرح الجامع الصغير (۱: ۴۳۹)‘‘ میں بدعت کی تقسیم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فإن البدعة خمسة أنواع وهي هذه واجبة و هي نصب أدلة المتكلمين للرد على هؤلاء و تعلم النحو الذي به يفهم الكتاب والسنة و نحو ذلک و مندوبة كإحداث نحو رباط و مدرسة وكل إحسان لم يعهد في الصدر الأول و مكروهة كزخرفة مسجد و تزويق مصحف و مباحة كالمصافحة عقب صبح و عصر و توسع في لذيذ مأكل و مشرب و ملبس و مسكن و لبس طيلسان

و توسيع أكمام ذكره النووي في تهذيبه.

’’بدعت کی پانچ اقسام ہیں اور وہ یہ ہیں پہلی بدعت واجبہ ہے اور وہ یہ کہ ان تمام مذاہب کو رد کرنے کے لئے متکلمین کے دلائل پیش کرنا اور اسی طرح علم نحو کا سیکھنا تاکہ قرآن و سنت کو سمجھا جا سکے اور اس جیسے دیگر علوم کا حاصل کرنا بدعت واجبہ میں سے ہے اور اسی طرح سرائے اور مدارس وغیرہ بنانا اور ہر اچھا کام جو کہ زمانہ اول میں نہ تھا اسے کرنا بدعت مستحبہ میں شامل ہے اور اسی طرح مسجد کی تزئین اور قرآن مجید کے اوراق کو منقش کرنا بدعت مکروھہ میں شامل ہے اور اسی طرح (نماز) فجر اور عصر کے بعد مصافحہ کرنا اور لذیذ کھانے، پینے، پہننے، رہنے اور سبز چادر استعمال کرنے میں توسیع کرنا اور آستینوں کا کھلا رکھنا بدعت مباحہ میں سے ہے۔ اس کو امام نووی نے اپنی ’’تهذیب‘‘ میں بیان کیا ہے۔‘‘

۱۵۔ **علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامیؒ** اپنی کتاب ’’رد المحتار علی در المختار (۱:۴۱۴)‘‘ میں لفظ ’’صاحب بدعة‘‘ کا مفہوم و مراد واضح کرتے اور بدعت کی متعدد اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(قوله أی صاحب بدعة) أی محرمة وإلّا فقد تكون واجبة كنصب الأدلة للرد على أهل الفرق الضالة و تعلم النحو المفهم للكتاب والسنة و مندوبة كإحداث نحو رباط و مدرسة و كل إحسان لم يكن فی الصدر الأول و مكروهة كزخرفة المساجد و مباحة كالتوسع بلذيذ المآكل والمشارب و الثياب كما فی شرح الجامع الصغير للمناوی عن تهذيب النووی و مثله فی الطريقة المحمدية للبركلی.

’’(قوله أی صاحب بدعة) ان کے قول صاحب بدعت سے مراد بدعت محرمہ ہے اور اگر یہ مراد نہ ہوتو پھر بدعت واجبہ مراد ہے جیسے گمراہ فرقوں کے رد میں دلائل قائم کرنا اور علم النحو کا سیکھنا جو کہ کتاب و سنت کو سمجھانے کا باعث ہے اور اسی طرح بدعت مندوبہ ہوتی ہے جیسے سرحدی چوکیوں، مدارس کی تعمیر اور وہ اچھے کام جو پہلے زمانہ میں نہ تھے ان کا ایجاد کرنا وغیرہ اور اسی طرح مساجد کی تزئین کرنا بدعت مکروہ ہے۔ اور اسی طرح لذیذ کھانے، مشروبات اور ملبوسات وغیرہ میں وسعت اختیار کرنا بدعت مباحہ ہے اور اسی طرح امام مناوی کی ’’جامع الصغیر‘‘ میں، امام نووی کی ’’تھذیب‘‘ میں اور امام برکلی کی ’’الطریقة المحمدیة‘‘ میں بھی ایسے ہی درج ہے۔

۱۶۔ یمن کے معروف غیر مقلد عالم **شیخ شوکانی** جنہیں اہلِ حدیث اور سلفی اپنا اِمام مانتے ہیں ،وہ حدیثِ عمر – نعمت البدعة هذه- کے ذیل میں ’’فتح الباری‘‘ کے حوالے سے بدعت کی پانچ اَقسام بیان کرتے ہیں:

البدعة أصلها ما أحدث علی غير مثال سابق و تطلق فی الشرع علی مقابلة السنة فتکون مذمومة والتحقيق إنها إن کانت مما يندرج تحت مستحسن فی الشرع فهی حسنة وإن کانت مما يندرج تحت مستقبح فی الشرع فهی مستقبحة و إلّا فهی من قسم المباح و قد تنقسم إلی الأحکام الخمسة.(۱)

’’لغت میں بدعت اس کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور اصطلاح شرع میں سنت کے مقابلہ میں بدعت کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے یہ مذموم ہے اور تحقیق یہ ہے کہ بدعت اگر کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں

(۱) شوکانی، نیل الاوطار شرح منتقی الأخبار، ۳: ۶۳

مستحسن ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے اور اگر ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ بدعت سیئہ ہے ورنہ بدعت مباحہ ہے اور بلا شبہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔‘‘

۱۷۔ **ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی** اپنی تفسیر ’’روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (۱۴: ۱۹۲)‘‘ میں علامہ نووی کے حوالے سے بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و تفصیل الکلام فی البدعة ما ذکره الإمام محي الدین النووی فی شرح صحیح مسلم. قال العلماء: البدعة خمسة أقسام: واجبة، ومندوبة، ومحرمة، ومکروهة، ومباحة.

’’بدعت کی تفصیلی بحث امام محی الدین النوویؒ نے اپنی کتاب شرح صحیح مسلم میں کی ہے اور دیگر علماء نے کہا ہے بدعت کی پانچ اقسام بدعتِ واجبہ، بدعتِ مستحبہ، بدعتِ محرمہ، بدعتِ مکروھہ اور بدعتِ مباحہ ہیں۔‘‘

۱۸۔ غیر مقلدین کے نامور عالم دین **نواب صدیق حسن خان بھوپالی** نے بھی بدعت کو ایک اکائی سمجھنے کی بجائے اس کی تقسیم کی ہے۔ شیخ وحید الزماں اپنی کتاب ’’ھدیة المھدی‘‘ کے صفحہ نمبر ۱۱۷ پر بدعتِ ضلالہ اور بدعتِ مباحہ کے حوالے سے علامہ بھوپالی کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

البدعة الضلالة المحرمة هی التی ترفع السنة مثلها والتی لا ترفع شیئا منها فلیست هی من البدعة بل هی مباح الاصل.

’’بدعتِ ضلالہ محرمہ وہ بدعت ہے جس سے اس کے بدلہ میں کوئی سنت متروک ہو جائے اور جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل میں مباح ہے۔‘‘

۱۹۔ مشہور غیر مقلد عالم دین **مولانا وحید الزمان** بدعت کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما البدعة اللغوية فهى تنقسم إلى مباحة ومكروهة و حسنة و سيئة قال الشيخ ولى الله من أصحابنا من البدعة بدعة حسنة كالأخذ بالنواجذ لما حث عليه النبى ﷺ من غير عزم كالتراويح ومنها مباحة كعادات الناس فى الأكل والشرب واللباس وهى هنيئة قلت تدخل فى البدعات المباحة استعمال الورد والرياحين والأزهار للعروس ومن الناس من منع عنها لاجل التشبه بالهنود الكفار قلنا إذا لم ينو التشبه أوجرى الأمر المرسوم بين الكفار فى جماعة المسلمين من غير نكير فلا يضر التشبه ككثير من الاقبية والالبسة التى جاء ت من قبل الكفار ثم شاعت بين المسلمين وقد لبس النبى ﷺ جبة رومية ضيقة الكمين و قسم الا قبية التى جاء ت من بلاد الكفار على أصحابه و منها ما هى ترک المسنون و تحريف المشروع وهى الضلالة وقال السيد البدعة الضلالة المحرمة هى التى ترفع السنة مثلها والتى لا ترفع شيئا منها فليست هى من البدعة بل هى مباح الأصل.[1]

’’باعتبارِ لغت بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں: بدعت مباحہ، بدعت مکروھہ، بدعت حسنہ اور بدعت سیءہ۔ ہمارے اصحاب میں سے شیخ ولی اللہ نے کہا کہ بدعات میں سے بدعت حسنہ کو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیے(یعنی اس پر جم جانا

(۱) وحید الزمان، هدية المهدى:۱۱۷

چاہیے) کیونکہ نبی ﷺ نے اس کو واجب کیے بغیر اس پر برانگیختہ کیا ہے جیسے تراویح۔ بدعات میں سے ایک بدعت مباحہ ہے جیسے لوگوں کے کھانے پینے اور پہننے کے معمولات ہیں اور یہ آسان ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دولہا، دلہن کے لئے کلیوں اور پھولوں کا استعمال (جیسے ہار اور سہرا) بھی بدعاتِ مباحہ میں داخل ہے بعض لوگوں نے ہندوؤں سے مشابہت کے سبب اس سے منع کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص تشبّہ کی نیت نہ کرے یا کفار کی کوئی رسم مسلمانوں میں بغیر انکار کے جاری ہو تو اس میں مشابہت سے کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ قباء اور دوسرے لباس کفار کی طرف سے آئے اور مسلمانوں میں رائج ہو گئے اور خود حضور نبی اکرم ﷺ نے تنگ آستینوں والا رومی جبّہ پہنا ہے اور کفار کی طرف سے جو قبائیں آئی تھیں ان کو صحابہ میں تقسیم فرما دیا تھا اور بدعات میں سے ایک وہ بدعت ہے جس سے کوئی سنت ترک ہو رہی ہو اور حکم شرعی میں تبدیلی آئے اور یہی بدعت ضلالہ (سیئہ) ہے۔ نواب صاحب (نواب صدیق حسن بھوپالی) نے کہا ہے کہ بدعت وہ ہے جس سے اس کے بدلہ میں کوئی سنت متروک ہو جائے اور جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل میں مباح ہے۔‘‘

۲۰۔ عصرِ قریب میں مملکت سعودی عرب کے معروف مفتی **شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز** نے سعودی حکومت کے شعبہ ’’**الافتاء والدعوہ والارشاد**‘‘ کے زیرِ اہتمام چھپنے والے اپنے فتاویٰ کے مجموعہ ’’**فتاوی اللجنة الدائمة للبحُوث العلمية و الافتاء**‘‘ میں بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کی تقسیم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

أولاً: قسم العلماء البدعة إلى بدعة دينية و بدعة دنيوية، فالبدعة في الدين هي: إحداث عبادة لم يشرعها الله سبحانه و تعالى وهي التي تراد في الحديث الذي ذكر وما في معناه من الأحاديث. و

أما الدنيوية: فما غلب فيها جانب المصلحة على جانب المفسدة فهي جائزة وإلا فهي ممنوعة ومن أمثلة ذلک ما أحدث من أنواع السلاح و المراكب و نحو ذلک.

ثالثاً: طبع القرآن و كتابته من وسائل حفظه و تعلمه و تعليمه و الوسائل لها حكم الغايات فيكون ذلک مشروعاً و ليس من البدع المنهي عنها؛ لأن اللہ سبحانه ضمن حفظ القرآن الكريم و هذا من وسائل حفظه.(۱)

’’علماء کرام نے بدعت کو بدعت دینیہ اور بدعت دنیویہ میں تقسیم کیا ہے، بدعت دینیہ یہ ہے کہ ایسی عبادت کو شروع کرنا جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مشروع نہ کیا ہو اور یہی اس حدیث سے مراد ہے جو ذکر کی جا چکی ہے اور اس طرح کی دیگر احادیث سے بھی یہی مراد ہے اور دوسری بدعت دنیوی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس میں مصلحت والا پہلو فساد والے پہلو پر غالب ہو اور وہ جائز ہے اور اگر ایسا نہ ہو (یعنی مصلحت والا پہلو فساد والے پہلو پر غالب نہ ہو) تو وہ ممنوع ہے۔ اس کی مثالوں میں مختلف اقسام کا اسلحہ سواریاں اور اس جیسی دیگر چیزیں بنانا اسی طرح قرآن پاک کی طباعت و کتابت اس کو حفظ کرنے، اسے سیکھنے اور سکھانے کے وسائل اور وہ وسائل جن کے لیے غایات (اہداف) کا حکم ہے پس یہ ساری چیزیں مشروع ہیں اور ممنوعہ بدعات میں سے نہیں ہیں کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک کے حفظ کی ضمانت دی ہے اور یہ (سب اس کے) وسائل حفظ میں سے ہے۔‘‘

ایک اور سوال کے جواب میں ابن باز ’’بدعتِ دینیہ‘‘ اور ’’بدعتِ عادیہ‘‘ کی

(۱) ابن باز، فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء، ۲:۳۲۵

تقسیم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

البدعة تنقسم إلى بدعة دينية و بدعة عادية، فالعادية مثل كل ما جد من الصناعات والاختراعات والأصل فيها الجواز إلا ما دل دليل شرعي على منعه.

أما البدعة الدينية فهي كل ما أحدث في الدين مضاهاة لتشريع الله. (١)

’’بدعت کو بدعت دینیہ اور بدعت عادیہ میں تقسیم کیا جاتا ہے پس بدعت عادیہ سے مراد ہر وہ نئی چیز جو کہ مصنوعات یا ایجادات میں سے ہو اور اصل میں اس پر جواز کا حکم ہے سوائے اس چیز کے کہ جس کے منع پر کوئی شرعی دلیل آ چکی ہو اور پھر بدعت دینی یہ ہے کہ ہر نئی چیز جو دین میں ایجاد کی جائے جو اللہ تعالیٰ کی شرع کے متشابہ ہو (یہ ناجائز ہے)۔‘‘

www.MinhajBooks.com

(١) ابن باز، فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء، ٢: ٣٢٩

فصل چہارُم

تقسیمِ بدعت پر اَحادیثِ نبوی ﷺ سے اِستشہاد

www.MinhajBooks.com

اگر لفظِ ''بدعت'' اور ''اِحداث'' کی حسنہ اور سیئہ میں تقسیم نہ ہوتی اور اِن کا معنی ہی ضلالت و گمراہی ہوتا تو اِن اَلفاظ کی نسبت کبھی بھی اَعمالِ حسنہ اور اَفعالِ خیر کی طرف نہ کی جاتی اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استعمال کرتے۔

تقسیمِ بدعت پر اِستدلال کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درج ذیل فرمان نہایت اہم ہے جسے حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اُون کے کپڑے پہنے ہوئے کچھ دیہاتی حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بدحالی اور ان کی ضرورت کو دیکھا تو لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔ لوگوں نے کچھ دیر کی، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے، پھر ایک انصاری درہموں کی تھیلی لے کر حاضر ہوا، پھر دوسرا آیا اور پھر لانے والوں کا تانتا بندھ گیا، حتی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے، تب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَ مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔(۱)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيئة، ۴: ۲۰۵۹، رقم: ۲۶۷۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الزكوٰة، باب الحث على الصدقه، ۲: ۷۰۵، رقم: ۱۰۱۷

۳۔ نسائی، السنن، كتاب الزكاة، باب التحريض على الصدقه، ۵: ۵۵، ۵۶، رقم: ۲۵۵۴

’’جس شخص نے مسلمانوں میں کسی ’’نیک طریقہ‘‘ کی ابتدا کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہو گی، اور جس شخص نے مسلمانوں میں کسی برے طریقے کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔‘‘

اِمام مسلمؒ (۲۶۱ھ) نے اس حدیثِ مبارکہ کا باب **’’من سن سنة حسنة او سيئة‘‘** قائم کیا ہے یعنی جس نے اچھی سنت اور بری سنت کا طریقہ وضع کیا۔ امام مسلمؒ نے یہ باب قائم کر کے واضح کر دیا کہ یہاں پر لفظِ سنت سے مراد سنتِ رسول ﷺ نہیں ہے۔ ان کے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ جہاں بھی لفظِ سنت استعمال ہو وہاں اس سے مراد سنتِ رسول ﷺ، سنت صحابہ یا سنت خلفاء راشدین ہی ہوگا۔ اگر ایسا ہوتا تو امام مسلمؒ کبھی بھی حضور ﷺ کی سنت کی نسبت ’’سيئة‘‘ کا لفظ استعمال نہ کرتے کیونکہ جو معروف اور متداول معنی میں سنت ہے وہ کبھی سيئة ہو ہی نہیں سکتی۔ حضور ﷺ کی سنت کو سیئہ یا برا کہنے والا کافر ہے۔ حضور ﷺ کی سنت عین دین ہے اور بدعت اس کی مخالف اور ضد ہے لہٰذا **امام مسلمؒ نے ’’سنة حسنة‘‘ اور ’’سنة سيئة‘‘ کی اصطلاح استعمال کر کے اپنا مذہب واضح کر دیا کہ یہاں سنت سے مرادسنتِ رسول نہیں بلکہ بدعتِ حسنہ اور بدعتِ**

.... ۴۔ ابن ماجه، السنن، مقدمة، باب سن سنة حسنة أو سيئة، ۱ : ۷۴، رقم: ۲۰۳

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷۔ ۳۵۹

۶۔ دارمی، السنن، ۱: ۱۴۱، رقم: ۵۱۴

۷۔ ابن ابی شيبه، المصنف، ۲: ۳۵۰، رقم: ۹۸۰۳

۸۔ بيهقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۱۷۵، رقم: ۷۵۳۱

www.MinhajBooks.com

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

سیئہ ہے۔ بات واضح ہوگئی کہ زیرِ بحث حدیثِ مبارکہ میں لفظِ سنت اپنے شرعی معنی میں یعنی سنتِ رسول یا سنتِ خلفاء راشدین کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی عمل حضور ﷺ کی سنت پر مبنی ہوتو وہ کبھی سیئہ ہو ہی نہیں سکتا اور جو عمل حضور ﷺ کی سنت نہیں بلکہ نیا عمل ہے تو وہ بدعت ہے کیونکہ بدعت کہتے ہی ’’نئے کام‘‘ کو ہیں۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اس سے تو صرف ’’سنت‘‘ ہی مراد ہے بدعت مراد نہیں لی جا سکتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ (معاذ اللہ) اگر اس سے مراد صرف ’’سنت‘‘ ہی ہوتا تو کیا وہاں ’’حسنۃ‘‘ کہنے کی ضرورت تھی؟ کیا کوئی سنت غیر حسنہ بھی ہوسکتی ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ عمل کرنے کے حوالے سے ’’من عمل‘‘ تو کہہ سکتے ہیں مگر ’’من سن‘‘ کہنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ جب سنت حضور ﷺ کی ہو تو پھر عام آدمی اس سے کیا ’’راہ‘‘ نکالے گا وہ تو صرف عمل اور اتباع کا پابند ہے پس ثابت ہوا کہ ’’سن‘‘ سے مراد نیا عمل اور بدعت ہے۔

علامہ نوویؒ (۶۷۶ھ) ’’شرح صحیح مسلم (۱: ۳۲۷)‘‘ میں لکھتے ہیں:

حدیث - کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة[1] - میں عموم مراد نہیں ہے اور تخصیص کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے: ’’من سنّ فی الاسلام سنّة حسنة۔‘‘ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ’’کل بدعة ضلالة‘‘ میں بدعت سے مراد محدثاتِ باطلہ اور بدعاتِ مذمومہ ہیں۔

---

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ۴: ۲۰۰، رقم: ۴۶۰۷

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، ۵: ۴۴، رقم: ۲۶۷۶

۳۔ ابن ماجه، السنن، مقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵

جس طرح بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعتِ لغوی اور بدعتِ شرعی، اسی طرح سنت کی بھی دو قسمیں ہیں، سنتِ شرعی اور سنتِ لغوی۔ سنتِ شرعی سے مراد سنتِ رسول ﷺ اور سنتِ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہے اور جو سنت شرعی نہیں صاف ظاہر ہے وہ سنت لغوی ہو گی۔ سنتِ لغوی سے مراد نیا کام، نیا عمل، کوئی نیا طریقہ اور نیا راستہ ہے۔ ائمہ اور محدثین نئے کام اور نئے عمل کو بدعت بھی کہتے ہیں اِس طرح آپ سنتِ لغوی کو بدعتِ لغوی بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ جو کام سنت نہیں صاف ظاہر ہے پھر وہ بدعت ہی ہو گا اور اسی بدعت کو مصطلحین نے حسنہ اور سیئہ میں تقسیم کیا ہے۔

بدعتِ حسنہ کی اصل ’’سنة حسنة‘‘ ہے

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً‘‘ یعنی جس کسی نے اسلام میں کسی ’’نیک طریقہ‘‘ کی ابتداء کی۔ اب یہاں مطابقت پیدا کرنے اور نفسِ مسئلہ کو سمجھنے کیلئے صحیح مسلم ہی کی دوسری حدیث ’’مَنْ اَحْدَثَ فی اَمْرِنَا هَذَا‘‘ کو اس کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ ہر اِحداث ممنوع و مردود نہیں بلکہ صرف وہ اِحداث ممنوع ہو گا جس کی کوئی اصل یا نظیر دین میں نہ ہو۔

زیرِ بحث حدیثِ مبارکہ میں اس نئے راستے کو ’’سنة حسنة‘‘ کہا گیا ہے یعنی وہ راستہ تھا تو نیا مگر اپنے نئے پن کے باوجود اچھا تھا، بھلائی اور خیر کا راستہ تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نئے راستے کو جسے سنة حسنة کے ساتھ ساتھ دیگر اَحادیث مبارکہ میں سنة صالحة،(۱) سنة خير،(۲) سنةِ هدیٰ،(۳) نعم البدعة(۴) اور بدعة

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب العلم، باب من سنَّ فی الاسلام سنة حسنة او سيئة، ۴: ۲۰۵۹، رقم: ۲۶۷۳

(۲) ترمذي، السنن، کتاب العلم، باب ما جاء فيمن دعا إلى هدى فاتبع او إلى ضلالة، ۵: ۴۳، رقم: ۲۶۷۵

ھدی (۵) وغیرہ بھی کہا گیا ہے۔ شریعت اس نئے راستے یا طریقے کو اپنانے کے بارے میں کیا راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اس حوالے سے اسی حدیثِ مبارکہ میں فرمایا گیا: ’’فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلاَ يَنْقُصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئٌ‘‘ (اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی۔) اب اس حدیث کی رو سے اچھا نیا راستہ نکالنا بدعتِ حسنہ ہو گیا، لہٰذا ثابت ہوا کہ بدعتِ حسنہ کی اصل سنتِ حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعتِ حسنہ اپنی اپنی اصل میں سنت ہے۔ اسی طرح فرمایا گیا کہ جس نے مسلمانوں میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا جس نے وہ برا طریقہ ایجاد کیا۔ امام مسلمؒ کے مذہب، اس حدیث کے باب اور متنِ حدیث سے ثابت ہو گیا کہ سنتِ حسنہ سے مراد بدعتِ حسنہ ہے اور سنتِ سیئہ سے مراد بدعتِ سیئہ ہے۔

امام مسلمؒ اسی باب میں دوسری سند کے ساتھ ایک اور حدیث بعض الفاظ کے تغیّر کے ساتھ لائے ہیں۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

۲۔ **لَا يَسُنُّ عَبْدٌ سُنَّةً صَالِحَةً يُعْمَلُ بِهَا بَعْدَهُ ثُمَّ ذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ۔** (۶)

’’جو شخص کسی نیک طریقہ کو ایجاد کرتا ہے جس پر اسکے بعد عمل کیا جاتا

(۳) ابن عبد البر، التمهيد، ۲۴: ۳۲۷

(۴) بخاری، الصحيح، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶

(۵) مسلم، الصحيح، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيئة، و من دعا إلى هدى او ضلالة، ۴: ۲۰۶۰، رقم: ۲۶۷۴

(۶) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب العلم، باب من سنَّ فی الاسلام سنة حسنة او سيئة، ۴: ۲۰۵۹، رقم: ۲۶۷۳

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۶۰ رقم: ۱۹۲۰۶

ہے۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔‘‘

اسی طرح **اِمام ابو القاسم ہبۃ اللہ لالکائی** (۴۱۸ھ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

۳۔ من سن سنة حسنة هدى فأُتبع عليها كان له أجره و مثل أجور من اتبعه غير منقوص من أجورهم شيء، و من سن سنة ضلالة فأُتبع عليها كان عليه وزره و مثل أوزار من اتبعه غير منقوص من أوزارهم شيء۔[1]

’’جس نے کسی ’’نیک طریقہ‘‘ کی ابتدا کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس کا اسکو اجر ملے گا اور اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی، اور جس شخص نے کسی ’’برے طریقہ‘‘ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اسے اسکا گناہ ملے گا اور اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔‘‘

اِمام ابنِ عبد البرؒ (۴۶۳ھ) نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے جس میں ’’سنة هدى‘‘ اور ’’سنة ضلالة‘‘ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

۴۔ من سن سنة هدى فاتبع عليها كان له اجره او مثل اجر من منقوص من أجورهم شيئا و من سن سنة ضلالة فاتبع عليها كان

(۱) ۱۔ اللالکائی، إعتقاد أهل السنة، ۱: ۵۲، رقم: ۷
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۲۰، رقم: ۱۰۷۵۹

علیه وزرها و مثل اوزار من منقوص من اوزارهم شیئا۔(۱)

’’جس نے کسی ’’اچھے طریقے‘‘ کی ابتدا کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس کا اس کو اجر ملے گا اور اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی، اور جس شخص نے کسی ’’برے طریقے‘‘ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اسے اس کا گناہ ملے گا اور اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔‘‘

ان اَحادیث میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ’’سنة حسنة‘‘ کے ساتھ ساتھ دوسری اصطلاحات ’’سنة صالحة‘‘ اور ’’سنة هدی‘‘ بھی استعمال فرمائی ہیں۔ آپ ﷺ نے مختلف اَحادیث میں مختلف اِصطلاحات اس لیے استعمال فرمائی ہیں تاکہ یہ تصور واضح ہو جائے کہ لفظِ سنت ہر جگہ اپنے معروف اور متداول معنی میں نہیں بلکہ اس کے حسنہ اور سیّئہ ہونے کا اِنحصار اُس ’’نئے کام‘‘ پر ہے جس کی طرف اِس کی نسبت کی جا رہی ہے۔ نفسِ مسئلہ سے متعلق آخری حدیث جو **اِمام مسلمؒ** (۲۶۱ھ) نے اسی باب کے ذیل میں نقل کی ہے وہ درج ذیل ہے:

۵۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ دَعَا إِلَی هُدًی، کَانَ لَهُ مِنَ الأَجْرِ مِثْلَ أُجُوْرِ مَنْ يَتَّبِعُهُ، لَا يُنْقِصُ ذٰلِکَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا. وَمَنْ دَعَا إِلَی ضَلَالَةٍ، کَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ يَتَّبِعُهُ، لَا يُنْقِصُ ذٰلِکَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا۔(۲)

---

(۱) ابن عبد البر، التمهید، ۲۴: ۲۳۷

(۲) ا۔ مسلم، الصحیح، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سیئة، و من دعاإلی هدی او ضلالة، ۴: ۲۰۶۰، رقم: ۲۶۷۴

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہدایت کی طرف بلایا اس کے لئے اس راستے پر چلنے والوں کی مثل ثواب ہے اور ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا اور جس نے گناہ کی دعوت دی اس کے لئے بھی اتنا گناہ ہے جتنا اس بدعملی کا مرتکب ہونے والوں پر ہے اور ان کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔‘‘

جوڑوں (pairs) کے نظام سے اِستدلال

اس حدیث اور اس سے قبل بیان کی گئی دیگر اَحادیثِ مبارکہ میں ایک قدرِ مشترک ہے اور ان میں باقاعدہ ایک منطقی ربط ہے وہ یہ کہ جس طرح کائنات کی ہر چیز میں جوڑا جوڑا ہوتا ہے اِسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصطلاحات کے بھی متقابل جوڑے بیان فرمائے ہیں یعنی اگر اللہ کے نظامِ تخلیق اور نظامِ قدرت میں متقابل جوڑے مثلاً بیٹا بیٹی، عورت مرد، بھائی بہن، نر مادہ، اسی طرح اچھا برا، اونچا نیچا، امیر غریب، مشرق و مغرب، زمین و آسمان، ظاہر و باطن وغیرہ ہو سکتے ہیں تو پھر وہی جوڑا جوڑا بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ میں کیوں نہیں ہوسکتا؟۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر چیز کو دُہرا دُہرا جوڑا اور دو دو

۲۔ ترمذي، السنن، کتاب العلم عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، باب ما جاء فیمن دعا إلی هدی فاتبع او إلی ضلالة، ۵: ۴۳

۳۔ ابو داؤد، السنن، کتاب السنة، باب لزوم السنة، ۴: ۲۰۱، رقم: ۴۶۰۹

۴۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب من سن سنة حسنة او سیئة، ۱: ۷۵، رقم: ۲۰۶

۵۔ ابن حبان، الصحیح باب ذکر الحکم فیمن دعا إلی هدی او ضلالة فاتبع علیه، ۱: ۳۱۸، رقم: ۱۱۲

۶۔ دارمی، السنن، ۱: ۱۴۱، رقم: ۵۱۳

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۹۷، رقم: ۹۱۴۹

۸۔ أبو عوانة، المسند، ۳: ۴۹۴، رقم: ۵۸۲۳

کر کے بیان فرمایا ہے تو پھر بدعت کی تقسیم میں یہ جھگڑا کیوں کھڑا کر دیا جاتا ہے کہ اس کی تقسیم نہیں ہوسکتی، حالانکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے متعدد مقامات پر اَحادیثِ مبارکہ میں اصطلاحات کے متقابل جوڑے بیان کیے ہیں مثلاً تقسیمِ بدعت کے حوالے سے اِصطلاحات کے درج ذیل متقابل جوڑوں کو اَحادیثِ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے:

نعم البدعة(۱)	↔	بدعت ضلالة(۲)
دعوتِ هُدًى(۳)	↔	دعوتِ ضلالة(۴)
سنة حسنة(۵)	↔	سنة سيئة(۶)
سنة هدىً(۷)	↔	سنة ضلالة(۸)
سنة صالحة(۹)	↔	سنة ضلالة(۱۰)

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶

(۲) ترمذی، السنن، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة واجتناب البدع، ۵: ۴۵، رقم: ۲۶۷۷

(۳) مسلم، الصحيح، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيئة، و من دعا إلى هدى او ضلالة، ۴: ۲۰۶۰، رقم: ۲۶۷۴

(۴) ایضاً،

(۵) مسلم، الصحیح، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيئة، ۴: ۲۰۵۹، رقم: ۲۶۷۴

(۶) مسلم، الصحیح، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيئة، ۴: ۲۰۵۹، رقم: ۲۶۷۴

(۷) ابن عبد البر، التمهيد، ۲۴: ۳۲۷

(۸) ابن عبد البر، التمهيد، ۲۴: ۳۲۷

(۹) مسلم، الصحيح، کتاب العلم، باب من سنَّ فی الاسلام سنة حسنة او سيئة، ۴: ۲۰۵۹، رقم: ۲۶۷۳

(۱۰) ابن عبد البر، التمهيد، ۲۴: ۳۲۷

سنة خير[۱] ←→ سنة شر[۲]

ان ساری تفصیلات سے ثابت ہوا کہ جوڑوں کے اس فطری نظام کو نہ ماننا اصل میں اللہ کے نظامِ تخلیق، نظامِ قدرت، نظامِ شریعت، نظامِ احکام اور نظامِ اجر و ثواب کا انکار کرنا ہے۔

''مَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَۃ'' سے اِستدلال

جس طرح ''مَنْ دَعَا اِلٰی ھُدًی'' میں لفظِ ہدایت عام ہے اسی طرح ''من دعا الی ضلالۃ'' میں ضلالۃ کا کلمہ بھی عام ہے، لہٰذا اب کوئی بھی عمل جو گمراہی پر مبنی ہو وہ ضلالہ ہوگا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف وہی اعمال جنہیں کتاب وسنت میں حرام کہا گیا ہے ضلالہ شمار ہوں گے اور اس کے علاوہ بے شمار وہ اعمال جو دین میں نقصان کا باعث ہیں، جو اَخلاق اور شرم و حیاء کے خلاف ہیں، جو عقائد و مذہب کے خلاف ہیں، جو معاشرتی اقدار کے خلاف ہیں ''ضلالۃ'' شمار نہیں ہوں گے، بلکہ اس کے برعکس وہ تمام اعمال جن کے حرام ہونے کا اگرچہ کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو لیکن وہ روحِ دین سے متناقض ومتخالف ہوں ''ضلالۃ'' ہوں گے۔

زیر بحث حدیثِ مبارکہ میں ضلالۃ اور ھُدی کے الفاظ باہم متقابل ہیں۔ اگر مفہومِ مخالف یعنی ضلالۃ کے مفہوم کو پہلے متعین کر لیا جائے تو اس کے بعد متقابل مفہوم خود بخود متعین ہو جائے گا، جیسے مسئلہ توحید اور شرک میں اگر توحید کا مفہوم پہلے متعین کر لیا جائے تو شرک کا مفہوم خود بخود واضح ہو جائے گا مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ غیر اللہ کو وسیلہ بنانا شرک ہے تو سوال پیدا ہوگا کہ پھر کیا اللہ کو وسیلہ بنایا جائے گا؟ اور اگر اللہ کو وسیلہ بنایا

www.MinhajBooks.com

(۱) ترمذي، السنن، کتاب العلم، باب ما جاء فیمن دعا إلی ھدی فاتبع او إلی ضلالۃ، ۵: ۴۳، رقم: ۲۶۷۵

(۲) ترمذي، السنن، کتاب العلم، باب ما جاء فیمن دعا إلی ھدی فاتبع او إلی ضلالۃ، ۵: ۴۳، رقم: ۲۶۷۵

جائے گا تو پھر اللہ کس کے لیے وسیلہ ہوگا یعنی مقصود کون ہوگا؟ کیونکہ وسیلہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ یہ مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ وسیلہ اللہ کا حق نہیں بلکہ مخلوق کا حق ہے، لہٰذا مخلوق کو اگر اس کا حق دیا گیا تو وہ شرک کیسے ہوگیا؟ اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دو چیزیں متقابل ہوں اور ان میں سے ایک کا مفہوم پہلے متعیّن کر لیا جائے تو دوسری کو سمجھنا اوراس کا اِطلاق کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

’’صحیح مسلم‘‘ کی مذکورہ روایت میں ہم نے پہلے ’’من دعا الی ضلالۃ‘‘ کا مفہوم متعین کیا ’’من دعا الی ھدًی‘‘ کا نہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ ’’ھدًی‘‘ پر تو بحث اور اختلاف ہے۔کوئی کہہ سکتا کہ اس سے مرادصرف سنت ہے حالانکہ ہم سنت کے علاوہ بھی بے شمار اُمورِ خیر مراد لیتے ہیں، لہٰذا جو چیز بحث طلب ہے اس کا تعین تو نہیں ہوگا اور جس کا تعین آسان ہے اس کا کرلیا جائے۔ مذکورہ حدیث میں لفظِ ’’ضلالۃ‘‘ عام ہے جس کا اِطلاق ہر قسم کے ضلالات، سیّئات، قبیحات اور کریہات پر ہوتا ہے یعنی وہ نئے اُمور جو محرّمہ ہوں یا مفضی اِلی الحرام یا اُمت کو گمراہی کی طرف لے جا رہے ہوں، سب ’’ضلالۃ‘‘ میں داخل ہوں گے لہٰذا جس طرح ضلالۃ کو عام اور وسیع تناظر میں لیا جائے گا اسی طرح اس کے متقابل ’’من دعا الی ھدًی‘‘ کے مفہوم کو بھی عام اور وسیع تناظر میں لیا جائے گا۔ یعنی ’’ھُدًی‘‘ سے مراد کتاب و سنت کے حکم کی طرف بلانا بھی ہے۔ اور ایسے بے شمار اعمالِ صالحہ کی طرف بھی جن کے بارے میں قرآن و حدیث میں کوئی صریح حکم نہیں ملتا۔ جیسے اس طرح کے اُمورِ خیر کی طرف دعوت کہ جس سے لوگوں کے اَخلاق سنور جائیں اور رسول اللہ ﷺ سے ٹوٹا ہوا تعلق بحال ہو جائے، لوگوں کے اندر عبادت کا ذوق و شوق پیدا ہو جائے، چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کے ادب و اِحترام کا جذبہ پیدا ہو جائے، تلاوتِ قرآن اور صدقہ و خیرات کی ترغیب ملے، الغرض کوئی بھی خیر کا پہلو جو اُمت میں بہتری کا سبب بنے ’’مَنْ دَعَا اِلٰی ھُدًی‘‘ میں شامل ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صحیح حدیث کی روشنی میں دونوں متقابل چیزوں کے راستوں کا کھلنا اور ان پر اَجر و گناہ، دونوں

صورتوں میں متحقق ہوتے ہیں۔

امام ترمذیؒ (۲۷۹ھ) اسی مفہوم کی ایک اور حدیث حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۶۔ **مَنْ سَنَّ سُنَّةَ خَيْرٍ فَاتُّبِعَ عَلَيْهَا، فَلَهُ أَجْرُهُ، وَ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنِ اتَّبَعَهُ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَ مَنْ سَنَّ سُنَّةَ شَرٍّ فَاتُّبِعَ عَلَيْهَا، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهُ، وَ مِثْلُ أَوْزَارِ مَنِ اتَّبَعَهُ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا۔**[1]

''جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس پر عمل کیا گیا تو اس کے لئے اپنا ثواب بھی ہے اور اسے عمل کرنے والوں کے برابر ثواب بھی ملے گا۔ جبکہ انکے ثواب میں کوئی کمی (بھی) نہ ہوگی۔ اور جس نے برا طریقہ جاری کیا پھر وہ طریقہ اپنایا گیا تو اس کے لئے اپنا گناہ بھی ہے اور ان لوگوں کے گناہ کے برابر بھی جو اس پر عمل پیرا ہوئے۔ بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی ہو۔''

یہ حدیثِ مبارکہ اِمام ترمذیؒ **کتاب العلم** میں **باب ما جاء فیمن دعا الی هدیً فاتبع أو إلی ضلالة** کے ذیل میں لائے ہیں۔ سادہ سی بات ہے کہ اگر ''**من دعا الی هدیً**'' کو سنت کے ساتھ مخصوص کر دینا ہوتا تو امام ترمذیؒ لفظِ ''**هدًی**'' استعمال کرنے کی بجائے فقط ''**سنة**'' کا لفظ استعمال کرتے یعنی واضح طور پر کہہ دیتے کہ ہر وہ چیز جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کی سنت نہیں، وہ بدعت اور ضلالت و گمراہی ہے تو اس

(۱) ۱۔ترمذي، السنن، کتاب العلم، باب ما جاء فیمن دعا إلی هدی فاتبع او إلی ضلالة، ۵: ۴۳، رقم: ۲۶۷۵
۲۔عسقلانی، فتح الباری، ۱۳: ۳۰۲
۳۔مبارکپوری، تحفة الأحوذی، ۷: ۳۶۵
۴۔ابن حزم، المحلی، ۸: ۱۶

طرح ضلالت کے متقابل لفظِ سنت اور ھدًی ہوتے مگر چونکہ ایسا نہیں لہٰذا انہوں نے ضلالۃ کے مقابلے میں لفظ ھدًی استعمال کیا تاکہ اس میں اُمورِ سنت کے ساتھ ساتھ وہ اُمور بھی داخل ہو جائیں جو مبنی بر خیر اور تابع سنت ہیں۔ جس طرح سنتوں کو نفل، مستحبات، حسنات اور اعمالِ خیر بھی کہہ دیتے ہیں اسی طرح ''ھدًی'' میں سنت اور تابع سنت تمام اُمور آ جاتے ہیں۔ **امام مسلمؒ** (۲۶۱ھ) نے بھی امام ترمذیؒ کی طرح باب من سن سنة حسنة أو سیئة و من دعا إلی هدی أو ضلالةً قائم کر کے اس کے ذیل میں مَنْ دَعَا اِلٰی ھدًی والی حدیث بیان کی ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ امام مسلمؒ کا بھی وہی مذہب ہے جو امام ترمذیؒ کا ہے۔

زیر بحث حدیثِ مبارکہ میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ جس طرح ''صحیح مسلم'' کی حدیث میں سنة حسنة اور سنة سیئة کی اِصطلاح اِستعمال ہوئی تھی اسی طرح ترمذی کی اس حدیث میں آقا ﷺ کی زبان پاک سے سنة خیرٍ اور سنة شرٍّ کی اِصطلاح استعمال ہوئی۔ یہاں سنت سے مراد سنتِ شرعی نہیں ہے بلکہ سنتِ لغوی ہے ورنہ یہ تقسیم نہ ہوتی کیونکہ سنتِ شرعی کبھی ''شرّ'' نہیں ہوسکتی وہ خیر ہی خیر ہوتی ہے، لہٰذا یہاں ''سنة خیر'' سے مراد کوئی نیا کام، کوئی اُسوہ اور کوئی اچھا طریقہ مراد ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جب سنت شرعی مراد نہ رہی تو نئے کام کی وجہ سے اسے بدعت کہیں گے دوسرے لفظوں میں اسے بدعت خیر اور بدعت شر بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور آنے والے زمانوں میں سنت خیر یا بدعت خیر کے اجراء اور پھر اس پر عمل کرنے والوں کو حضور ﷺ نے اجر کی نوید سنائی ہے کہ جس نے کوئی نیا کام کیا جو میری سنت میں نہیں تھا یعنی بدعت تھا مگر خیر اور بھلائی کا کام تھا اس کے لیے اجر ہے۔ اسی طرح اگر شر اور برائی کی بدعت کا آغاز کیا تو اس پر گناہ ہے۔ مختصر یہ کہ نصوصِ قطعیہ سے بدعت کی تقسیم ثابت ہوتی ہے۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے فوراً بعد ''باب ما جاء فی الاخذ بالسنة وإجتناب البدعة'' قائم کیا ہے۔ اس باب میں وہ سنت کے مقابلے میں اجتناب عن

البدعة کی بحث لائے لہٰذا یہاں سنت سے مراد سنتِ شرعی اور بدعت سے مراد بدعتِ سیئہ ہوگی۔ اَصل میں اِمام ترمذیؒ یہاں اُوپر نیچے دو باب قائم کر کے اپنا علمی مسلک اور مذہب بیان کر رہے ہیں، پہلے اُنہوں نے باب ما جاء فیمن دعا الی ھدی فاتُّبِعَ أَوْ إِلی ضَلَالَةٍ قائم کیا اور اس کے فوراً بعد باب ماجاء فی الاخذ بالسنة و اجتناب البدعة قائم کیا۔ پہلے باب میں لفظ ھدًی اور ضلالة میں وسعت اور تعمیم ہے جبکہ دوسرے باب میں چونکہ سنت کے متقابل لفظ بدعت ہے لہٰذا اس میں تخصیص اور تقیید ہے۔ یعنی سنت سے مراد سنتِ شرعی اور بدعت سے مراد بدعتِ سیئہ ہے۔ یعنی دو باب قائم کرنے کا مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ اِمام ترمذیؒ کے نزدیک ہر نیا کام سیئہ اور ضلالہ نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دوسرے باب میں حدیث - فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین - کو ذکر کیا ہے جس کے مفہوم کو حضور ﷺ نے اپنی اور اپنے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کے ساتھ معین و محصور کر کے سنتِ شرعیہ قرار دے دیا لہٰذا جب سنت کا معنی متعین کر دیا تو اس کے متقابل اور متضاد بدعتِ سیئۃ ہوگی، اسی حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ایسی بدعات سیئات سے خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وإیّاکم و محدثاتِ الأمورِ فإنّھا ضلالةٌ(۱) یعنی میرے امر کے خلاف جو محدثات الامور یعنی فتنہء ارتداد، فتنہ انکار زکوٰۃ، فتنہ ادعاء نبوت وغیرہ سر اٹھائیں انہیں چھوڑ دینا اور میری اور میرے صحابہ کی سنت کو مضبوطی سے تھام لینا۔ گویا یہاں پر حضور نبی اکرم ﷺ

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة و إجتناب البدع، ۵: ۴۴، رقم: ۲۶۷۶
۲۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ۴: ۲۰۰، رقم: ۴۶۰۷
۳۔ ابن ماجه، السنن، مقدمه، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶
۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵

نے بدعت کے معنی کو اتنی بڑی شناخت کے ذیل میں ذکر کر کے اپنی اور خلفاء راشدین کی سنت کے متقابل ٹھہرایا۔ جب اس باب کو امام ترمذی نے الگ کر دیا تو باقی جتنے بھی نئے کام بچے ان کے لیے دونوں راستے کھول دیے گئے، اسی لیے اس سے پچھلے باب کی حدیث میں حضور نبی اکرم ﷺ نے سنة خير اور سنة شر کے الفاظ استعمال کیے کہ اگر نئے امور نیکی، بھلائی اور خیر پرمبنی ہوں گے تو سنت حسنہ یا بدعتِ حسنہ ہوں گے اور اگر برائی، ضلالت اور گمراہی پرمبنی ہوں گے تو سنت سیئہ یا بدعت سیئہ ہوں گے۔

امام ترمذیؒ اس سے اگلے باب میں حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

۷۔ **مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي قَدْ أُمِيتَتْ بَعْدِي، فَإِنَّ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ مَنْ عَمِلَ بِهَا، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ لَا تَرْضِى اللهَ وَرَسُولَهُ، كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَوْزَارِ النَّاسِ شَيْئًا۔**(۱)

’’جس نے میرے بعد کوئی ایسی سنت زندہ کی جو مردہ ہو چکی تھی تو اس کیلئے بھی اتنا ہی اجر ہو گا جتنا اس پر دیگر عمل کرنے والوں کے لئے۔ اس کے باوجود ان کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی اور جس نے گمراہی کی بدعت نکالی

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، كتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة واجتناب البدع، ۵: ۴۵، رقم: ۲۶۷۷
۲۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب مَن احيا سنّة قدا ميتت، ۱: ۷۶، رقم: ۲۰۹
۳۔ بزار، المسند، ۸: ۳۱۴، رقم: ۳۳۸۵
۴۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۷: ۱۶، رقم: ۱۰
۵۔ بیہقی، کتاب الإعتقاد، ۱: ۲۳۱
۶۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۱: ۴۹، رقم: ۹۷

جسے اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ پسند نہیں کرتے تو اس پر اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس برائی کا دیگر ارتکاب کرنے والوں پر ہے اور اس سے ان کے گناہوں کے بوجھ میں بالکل کمی نہیں آئے گی۔‘‘

اِس حدیثِ مبارکہ میں لفظِ سنت کو بدعت کے متقابل لایا گیا ہے۔ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ سنت ہر جگہ بدعت کے متقابل نہیں ہوتی لیکن جس حدیثِ مبارکہ میں تخصیص کے ساتھ سنت کو بدعت کے مقابلے میں لایا جائے تو وہاں سنت سے مراد سنتِ شرعیہ اور بدعت سے مراد بدعت شرعیہ ہوتی ہے۔ یہ ایسی بدعت ہوتی ہے جس کے کرنے سے کوئی نہ کوئی سنت ترک ہوتی ہے اس موقف کی تائید مسند احمد کی درج ذیل روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا:

۸۔ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّکٌ بِسُنَّةٍ خَیْرٌ مِنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ۔ (۱)

’’جب کوئی قوم دین میں بدعت کا آغاز کرتی ہے تو اس کے مثل ایک سنت اُٹھا لی جاتی ہے لہٰذا سنت کو مضبوطی سے پکڑنا، اِحداثِ بدعت سے بہتر ہے۔‘‘

’’بِدْعَة ضَلَالَة‘‘ فرمانے میں حکمت

زیرِ نظر حدیثِ مبارکہ میں وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً فرمانے کی بجائے اِضافت کے ساتھ وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ فرمایا یعنی جس نے **گمراھی کی بدعت** ایجاد کی۔ اس سے قبل اس سے ملتی جلتی تراکیب سنة سیئة اور سنة شر کی صورت میں گزر چکی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر بدعت ’’ضلالة‘‘ نہیں ہوتی اگر ہر بدعت گمراہی کی بدعت ہوتی تو آقا علیہ الصلوۃ والسلام کبھی اضافت کے ساتھ یہ کلمہ نہ فرماتے۔ اگر بدعت کے معنی ہی ضلالت و گمراہی ہوتے تو کبھی بھی بدعة ضلالةٍ نہ فرمایا جاتا جیسے عبادة خیر، عبادة صالحہ اور

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۰۵، رقم: ۱۷۰۹۵

صلاۃ خیر کی اصطلاح استعمال نہیں ہوتی کیونکہ جو کلمہ خود اپنے معنی میں واضح ہو اور اس میں تقسیم کی گنجائش نہ ہو یا اس کا مدمقابل کوئی نہ ہو تو اس میں اِضافت لگانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی البتہ بعض اوقات زور اور تاکید پیدا کرنے کے لئے مرکب توصیفی آ جاتا ہے لہٰذا جب ''بدعة ضلالةٍ'' فرمایا تو اس سے آپ ﷺ نے واضح کر دیا کہ میری مراد یہاں نیکی اور بھلائی کے نیک کام نہیں بلکہ برائی اور گمراہی کے کام ہیں۔ الغرض آپ ﷺ نے حدیث ''کل بدعة ضلالة'' کا مفہوم متعین فرما دیا کہ ہر بدعت گمراہی نہیں بلکہ صرف وہ بدعت گمراہی ہوگی جو مبنی بر ضلالت ہوگی۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ **بدعة ضلالة** ہمیشہ ''اماتتِ سنت'' کے مقابلے میں آتی ہے۔ اس سے کوئی نہ کوئی سنت متروک ہوتی ہے۔ اسی بدعت کے لئے فرمایا گیا کہ جس نے اس کے مقابلے میں سنت کو زندہ کیا اس کے لئے اجر ہے اور جس نے ایسی بدعت کی راہ نکالی جو سنت کے ترک کا باعث ہو تو وہ گمراہی ہے۔

اب اَربابِ فکر و دانش خود فیصلہ کریں کہ حضور ﷺ کی محفلِ میلاد، اولیاء اللہ کے لئے اِیصالِ ثواب، نمازوں کے بعد مصافحہ، اذان کے بعد صلوۃ و سلام اور دیگر جمیع اُمورِ صالحات سے کون سی سنت متروک ہو رہی ہے، بلکہ یہ تو حضور ﷺ کی سنت پر مبنی اعمال ہیں۔ اب ان تفصیلات سے **بدعة ضلالة** کا مفہوم متعین ہو گیا کہ آپ کسی عمل کو اس وقت تک بدعتِ سیئہ، بدعتِ ضلالہ اور بدعتِ شرعیہ نہیں کہہ سکتے جب تک اس کے متقابل کوئی سنت ثابت نہ ہو کہ اس عمل نے اس سنت کو متروک کر دیا ہے یا یہ بدعت اس سنت سے ٹکراتی ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نئے کام پر **کل بدعة ضلالة** کا حکم نہیں لگایا جا سکتا لہٰذا اب اگر کوئی یہ کہے کہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہوتا ہے تو اس کے مقابلے میں کہا جائے گا کہ نہیں بلکہ **کل بدعة سيئة ضلالة** یعنی صرف بدعت سیئہ باعثِ ضلالت ہوگی۔ اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپ نے یہ معنی کہاں سے نکال لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے **من ابتدع بدعة ضلالة** میں **بدعة ضلالة** کو

مضاف، مضاف الیہ کر کے اس معنی کو خود متعین فرما دیا ہے کہ کوئی عمل اس وقت تک بدعت ضلالہ نہیں ہوگا جب تک وہ کسی خاص سنت کے ترک ہو جانے کا سبب نہ بنے۔

معروف اہلِ حدیث عالم **مولانا صدیق حسن خان بھو پالی** (۱۳۰۷ھ) بھی واضح طور پر لکھتے ہیں کہ ہر نئے کام کو بدعت کہہ کر مطعون نہیں کیا جائے گا بلکہ بدعت صرف اس کام کو کہا جائے گا جس سے کوئی سنت متروک ہو اور جو نیا کام کسی امرِ شریعت سے متناقض نہ ہو وہ بدعت نہیں بلکہ مباح اور جائز ہے۔ شیخ وحید الزماں (۱۳۲۷ھ) اپنی کتاب ’’ھدیۃ المھدی‘‘ کے صفحہ نمبر ۱۱۷ پر بدعت کے حوالے سے علامہ بھوپالی کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

البدعة الضلالة المحرمة هی التی ترفع السنة مثلها و التی لا ترفع شيئا منها فليست هی من البدعة بل هی مباح الاصل.

’’بدعت وہ ہے جس سے اس کے بدلہ میں کوئی سنت متروک ہو جائے اور جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل میں مباح ہے۔‘‘

گویا بھوپالی صاحب نے ہر اُس نئے عمل کو بدعت ماننے سے اِنکار کر دیا ہے جس کے مدّ مقابل کوئی خاص سنت ترک نہ ہو۔ اُنکے نزدیک ایسا ہر نیا عمل اپنی اصل میں مباح اور جائز ہے۔

اس حوالے سے ایک بہت اہم دلیل یہ ہے کہ وہ نیا کام جسے اُمت کی اکثریت اچھا سمجھ کر کر رہی ہو اور ان کرنے والوں میں صرف ان پڑھ دیہاتی لوگ اور عوام الناس ہی نہ ہوں بلکہ اُمت کے اکابر علماء، فقہاء، محققین اور مجتہدین بھی شامل ہوں تو وہ کام کبھی برا یعنی بدعتِ ضلالہ نہیں ہوسکتا لہٰذا آقا ﷺ نے جمہور اُمت کا کسی کام کو کثرت کے ساتھ کرنا دلیل شرعی بنا دیا یعنی جمہور امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ اس کی دلیل مسند احمد

بن حنبل کی درج ذیل روایت ہے جس میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

۹۔ إِنَّ اللهَ نَظَرَ فِی قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ ﷺ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ، فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ، ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ، يُقَاتِلُونَ عَلَى دِينِهِ، فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ وَ مَا رَأَوْا سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ سَيِّءٌ۔ (۱)

''اللہ عزوجل نے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو قلبِ محمد ﷺ کو تمام بندوں کے دلوں سے بہتر پایا لہٰذا اِسے اپنی ذات کیلئے منتخب فرما لیا۔ پھر رسالت کے ساتھ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ حضور ﷺ کے دل کے بعد پھر لوگوں کے دلوں کی طرف نظر کی تو حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں کو تمام بندوں کے دلوں سے بہتر پایا تو اُنہیں اپنے نبی کا وزیر بنا دیا جو اُس نبی کے دین کے لیے مقاتلہ کرتے ہیں۔ پس جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس کام کو یہ برا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔''

زیرِ بحث موضوع پر مزید دلائل سے قبل مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں ضمناً ایک بات کو سمجھ لینا ضروری ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو چالیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد نبوت و رسالت ملی اور پھر نبوت و رسالت کے ذریعے آپ ﷺ کو

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۷۹، رقم: ۳۶۰۰
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۹: ۱۱۲، رقم: ۸۵۸۳
۳۔ بزار، المسند، ۵: ۲۱۲، رقم: ۱۸۱۶
۴۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۸۳، رقم: ۴۴۶۵
۵۔ بیہقی، المدخل إلی السنن الکبری، ۱: ۱۱۴
۶۔ طیالسی، المسند، ۱: ۳۳، الحدیث رقم: ۲۴۶

اَوصافِ حسنہ سے نوازا گیا۔ یہ بات غلط ہے بلکہ ’’**فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ** ﷺ **خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ فَابْتَعَثَه بِرِسَالَتِهِ**‘‘ کے الفاظ واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو سب دلوں سے اچھے دل والا بعثت سے پہلے بنایا گیا یعنی شانِ محبوبیت پہلے دی گئی اور نبوت و رسالت کے ساتھ مبعوث بعد میں فرمایا گیا۔ نفسِ مضمون سے متعلقہ بات مذکورہ حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اعمالِ حسنہ اور اعمالِ قبیحہ کے تعیّن کے لئے یہ دلیل شرعی دے دی کہ مسلمان بالعموم جس کام کو اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس کو یہ برا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔ **امام طبرانیؒ** (۳۶۰ھ) **المعجم الکبیر** میں اس روایت کو درج ذیل الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

۱۰۔ مَارَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ وَ مَارَاٰهُ الْمُوْمِنُوْنَ قَبِيْحًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ قَبِيْحٌ۔[1]

’’جس کام کو مومنین اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس کام کو مومنین برا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔‘‘

اب یہاں پر قرآن و حدیث کی بات نہیں ہو رہی بلکہ ایک نئی دلیل دی جا رہی ہے کہ اُمتِ مسلمہ کی اکثریت کبھی قبیح کام پر متفق نہیں ہوسکتی۔ اس لئے فرمایا مسلمان جسے عام طور پر اچھا جانیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور مسلمان جسے برا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔ یعنی مسلمانوں کا کسی چیز کو بالعموم اچھا جاننا شرعًا دلیل ہے۔ اس سے

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۹: ۱۱۲، رقم: ۸۵۸۳
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۷۹، رقم: ۳۶۰۰
۳۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۸۳، رقم: ۴۴۶۵
۴۔ بیہقی، المدخل اِلی السنن الکبری، ۱: ۱۱۴
۵۔ طیالسی، المسند، ۱: ۳۳، الحدیث رقم: ۲۴۶

یہ استدلال ہوتا ہے کہ اگر کوئی خاص عمل جو اپنی ہیئت کذائیہ میں نیا ہے۔ کتاب و سنت کی نصوص، عہدِ رسالتمآب اور عہدِ صحابہ میں ثابت نہیں مگر اُمتِ مسلمہ کی اکثریت اس کو اچھا جانتی ہے تو یہ بھی حسنہ ہے۔ اگر کوئی سوال کرے کہ یہ کیسے حسنہ ہوگیا تو اس کا جواب مذکورہ روایت میں ہے کہ جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ حسنہ ہے۔ لہٰذا اگر اس کی ہیئت کذائیہ ثابت نہیں تو مذکورہ دلیل کی بنا پر اس کی اصل اور دلیل ثابت ہے جس کی وجہ سے وہ بدعتِ سیّئہ نہ رہی۔ اَب میلاد النبی ﷺ کی خوشی منانا اس میں ذکر و اَذکار، صلوۃ و سلام، نعت خوانی ان تمام اَعمالِ حسنہ کی اَصل مذکورہ روایت ہے۔ یہی روایت **اِمام بزارؒ** (۲۲۹ھ) نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے:

۱۱۔ **عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: فَمَا رَآهُ الْمُؤْمِنُ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ وَ مَا رَآهُ الْمُؤْمِنُوْنَ قَبِيْحًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ قَبِيْحٌ۔**[1]

’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس (عمل) کو کوئی مومن اچھا جانے وہ (عمل) اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے اور جسے تمام مومنین برا جانیں وہ خدا کے نزدیک بھی بُرا ہے۔‘‘

اس حدیثِ مبارکہ میں بہت ہی اہم نکتہ بیان ہوا ہے کہ ہر وہ نیا کام جو مصلحتِ دینی پر مبنی ہو اور اسے کوئی مردِ مؤمن جو متقی، عالم، فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ مجتہدانہ بصیرت کا حامل بھی ہو، وہ اسے اچھا جانے تو وہ مباح اور جائز ہے۔ یعنی دلائلِ شرعیہ پر نظر

(۱) ۱۔ بزار، المسند، ۵: ۲۱۲، رقم: ۱۸۱۶
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۹: ۱۱۲، رقم: ۸۵۸۳
۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۷۹، رقم: ۳۶۰۰
۴۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۸۳، رقم: ۴۴۶۵
۵۔ بیہقی، المدخل اِلی السنن الکبری، ۱: ۱۱۴
۶۔ طیالسی، المسند، ۱: ۳۳، رقم: ۲۴۶

رکھنے والا مردِ مومن کبھی بھی غیر شرعی اُمور کو جائز نہیں کہتا۔ اس حوالے سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح بخاری کی درج ذیل حدیث بھی نفسِ مضمون کو سمجھنے میں مدد دے گی جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا حَکَمَ الحَاکِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَ اِذَا حَکَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَخْطَأَ فَلَهٗ اَجْرٌ۔(۱)

''جب کوئی حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صحیح فیصلہ کر دے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد سے فیصلہ کرے اور اس سے غلطی ہو جائے تو بھی اس کے لئے ایک اجر ہے۔''

یہ صرف مجتہد کی شان ہے کہ اس کا اجتہاد، اجتہادِ صحیح تھا مگر نتیجہ خطاء کی صورت میں نکلا تو اس کے لئے بھی اجر ہے۔ ایسے ہی مجتہد کے متعلق فرمایا گیا کہ مَارَاٰهُ الْمُؤْمِنُ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ یعنی جس کو کوئی ایک مردِ مومن جو دلیلِ شرعی، تقوٰی اور

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الاعتصام، باب اجر الحاکم اِذا اجتهد، ۶: ۲۶۷۶، رقم: ۶۹۱۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأقضیه، باب بیان اجر الحاکم اِذا اجتهد فأصاب او اخطأ، ۳: ۱۳۴۲، رقم: ۱۷۱۶

۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی القاضی یُصیب ویخطیٰ، ۳: ۶۱۵، رقم: ۱۳۲۶

۴۔ أبو داود، السنن، کتاب القضاء، باب فی القاضی یُخْطِی، ۳: ۲۹۹، رقم: ۳۵۷۴

۵۔ نسائی، السنن، کتاب آداب القضاۃ، باب الاصابة فی الحکم، ۸: ۲۲۳، رقم: ۵۳۸۱

۶۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأحکام، باب الحاکم یجتهد فیصیب الحق، ۲: ۷۷۶، رقم: ۲۳۱۴

صالحیت پر قائم رہنے والا ہو، اچھا جانتا ہو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ لہٰذا کسی کام کو اچھا سمجھ کر قبول کرنے کے لئے تو ایک مردِ مومن کا اچھا سمجھنا بھی کافی ہے۔ لیکن اس کے برعکس کسی کام کو ضلالہ، گمراہی اور مردود قرار دینے کے لئے فرمایا: ''ما راٰہ المؤمنون قبیحًا فھو عِندَ اللہِ قَبِیحٌ'' یعنی جس کو سارے مومن مل کر برا کہیں تب وہ اللہ کے ہاں برا ہوگا۔ کسی کام کو بدعتِ سیّۂ قرار دینے کے لئے ضروری ہے کہ اُمت کی اکثریت اسے بدعتِ ضلالہ اور بدعتِ قبیحہ سمجھے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ کسی کام کو اچھا سمجھنے کے لئے صرف ایک مردِ مومن کافی ہے۔ اس پر دلیل کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی دلیل فرمانِ رسول ﷺ - مَا رَاٰہُ الْمُؤمِنُ حَسَنٌ فَھُوَ عِنْدَ اللہِ حَسَنٌ - ہے اور فرمانِ رسول ﷺ پر دلیل طلب کرنا کفر ہے۔ مگر اس کے باوجود سمجھانے کے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ اگر کوئی ایک مومن بھی کسی چیز کو حسن کہے تو وہ حسن کیوں ہے؟ اس لئے کہ یہاں مومن سے مراد ''مومنِ مجتہد'' ہے اور ایسے مومن کے لئے فرمایا گیا: اِذَا حَکَمَ فَاجْتَھَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَہٗ اَجْرٌ کہ اگر مومنِ مجتہد خطاء بھی کر بیٹھے تو بھی اس کے لئے اجر ہے۔ چونکہ اس مومنِ مجتہد کا فیصلہ ہر صورت میں باعثِ اجر ہے اس لئے اس کو ''حسن'' فرمایا گیا۔ جو لوگ اس پر عمل کریں گے ان کا اجر بھی اس کو دیا جائے گا کیونکہ مومن سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ایسا عمل ایجاد کرے گا جو سنت فوت ہونے کہ باعث ہو کیونکہ اس کا ٹکراؤ حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت سے نہیں ہے کیونکہ وہ خود بھی عامل بالسنہ ہے۔ اس لئے جب وہ حکم دیتا ہے تو حسن ہوتا ہے لیکن کسی امر کو قبیح اور ضلالہ کہنا بہت بڑی بات ہے اس لئے فرمایا: مَا رَاٰہُ الْمُؤمِنُوْنَ قَبِیحًا فَھُوَ عِندَ اللہِ قَبِیحٌ۔ یہاں لفظِ ''مؤمنون'' جمع کا صیغہ استعمال کیا یعنی جس عمل کو کثرت سے مؤمنین قبیح کہیں وہ عند اللہ بھی قبیح ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جمہور اُمت کبھی ضلالت وقباحت پر جمع نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ اس کے پیچھے اُمت کی اکثریت اور اللہ کی نصرت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اُمت کی اسی اکثریت کو حدیث مبارکہ میں ''الجماعۃ'' اور ''السواد الأعظم'' کہا گیا ہے۔ ''جامع ترمذی'' کی کتاب الفتن کے باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي (أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ) عَلَى ضَلَالَةٍ، وَيَدُ اللهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شُذَّ إِلَى النَّارِ. (۱)

’’اللہ تعالیٰ میری اُمت (یا فرمایا: اُمتِ محمدی ﷺ) کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا ہاتھ ہے اور جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ آگ میں ڈال دیا گیا۔‘‘

اِس حدیثِ مبارکہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سو فی صد افرادِ اُمت کبھی گمراہی پر مجتمع نہیں ہونگے بلکہ اس سے مراد ہمیشہ اکثریت ہوتی ہے کہ اُمت کی اکثریت کبھی ضلالہ پر مجتمع نہیں ہوگی کیونکہ یَدُ اللهِ مَعَ الْجَمَاعَة یعنی اللہ کی حفاظت کا ہاتھ ہمیشہ جماعت پر ہوتا ہے۔

امام ترمذیؒ اسی باب میں ایک اور حدیث روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جمہور اُمت کے ساتھ رہنے اور دوسرے چھوٹے چھوٹے فرقوں، مسلکوں اور گروہوں سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

عليكم بالجماعة و اياكم والفرقة فان الشيطان مع الواحد وهو من الاثنين أبعد من اراد بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة. (۲)

’’تم پر جماعت کے ساتھ ملے رہنا لازم ہے اور علیحدگی سے بچو کیونکہ شیطان

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعة، ۴: ۴۶۶، رقم: ۲۱۶۷
۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۲۰۱، رقم: ۳۹۷
۳۔ مناوی، فیض القدیر، ۲: ۲۷۱

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعة، ۴: ۴۶۵، رقم: ۲۱۶۵
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۷۰، رقم: ۲۳۱۹۴

ایک کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ دو آدمیوں سے دور رہتا ہے (لہٰذا) جو شخص جنت کا وسط (اعلیٰ درجات) چاہتا ہے اس کے لئے جماعت سے وابستگی لازمی ہے۔‘‘

آپ ﷺ نے تلقین فرمائی کہ شیطان سے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ فرقوں اور گروہوں کو چھوڑ کر جماعت کے ساتھ وآبستہ ہو جاؤ۔ جماعت اور سوادِ اعظم کی اہمیت اُجاگر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اثنان خير من واحد وثلاثة خير من اثنين واربعة خير من ثلاثة فعليكم بالجماعة فإن الله لن يجمع أمتي إلا على هدى. (۱)

’’(کسی مسئلے پر) دو کا ایک کے مقابلے میں جمع ہونا بہتر ہے۔ اسی طرح تین دو کے مقابلے میں بہتر ہیں اور چار تین کے مقابلے میں۔ تم پر (اکثریتی) جماعت کی پیروی لازم ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ میری اُمت کو سوائے ہدایت کے کسی غلط بات پر جمع نہیں ہونے دے گا۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ نے تمثیل سے سمجھایا کہ دو کا اکٹھا ہونا ایک سے بہتر ہے۔ تین کا دو سے بہتر ہے اور چار کا تین سے بہتر ہے۔ یہ مثالیں دینے کے فوراً بعد فرمایا: **عليكم بالجماعة** گویا حضور ﷺ نے اکثریت کو جماعت کا درجہ دے دیا اور اُمت کو

.......۳۔ بیہقی، السنن لکبری، ۵: ۳۸۸، رقم: ۹۲۲۵
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۴۸۸، رقم: ۱۱۰۸۵
۵۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۲۱۷

(۱) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۴۵، رقم: ۲۱۱۹۰
۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۱۷۷
۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۴۵۷، رقم: ۳۷۱۹۲
۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۶: ۶۷، رقم: ۷۵۱۷
۵۔ ابن ابی عاصم، السنۃ، ۱: ۴۲، رقم: ۸۵

www.MinhajBooks.com منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

نصیحت کی کہ وہ سب سے بڑی جماعت کے ساتھ ہو جائیں۔ **امام حاکمؒ** (۴۰۵ھ) نے ’’المستدرک‘‘ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا یَجْمَعُ اللهُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ عَلَى الضَّلَالَةِ أَبَدًا وَ قَالَ: یَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ، فاتبعوا السواد الاعظم، فانه من شذّ شذّ فی النار۔ (۱)

’’اللہ تعالیٰ اِس اُمت کو کبھی بھی گمراہی پر اکٹھا نہیں فرمائے گا اور فرمایا جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے پس تم سوادِ اعظم کی اتباع کرو کیونکہ جو ان سے الگ ہوا گویا وہ آگ میں جا گرا۔‘‘

اس حدیثِ مبارکہ نے بالکل واضح کر دیا اور تخصیص کر دی کہ اللہ کا دستِ حفاظت اس مسلک پر ہوگا جو سب سے بڑا مسلک یعنی سوادِ اعظم ہوگا تو گویا جس مسلک پر اُمت کی اکثریت قائل اور عامل ہوگی اس پر اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا ہاتھ ہوگا۔ اسی حوالے سے ’’**سنن ابن ماجه**‘‘ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إنّ اُمّتی لا تجتمع علی ضلالة فاذا رائتم اختلافاً فعلیکم بالسواد

---

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، کتاب العلم، ۱: ۲۰۰، رقم: ۳۹۱
۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعة، ۴: ۲۶۶، رقم: ۲۱۶۷
۳۔ نسائی، السنن، کتاب المحاربة، باب قتل من فارق الجماعة، ۷: ۹۲، رقم: ۴۰۲۰
۴۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۷: ۱۹۳، رقم: ۷۲۴۹
۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۱۸۶، رقم: ۴۸۹

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

الاعظم۔[۱]

’’بیشک میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو گی پس جب تم اختلاف دیکھو تو تم پر سوادِ اعظم (اکثریتی جماعت) کے ساتھ رہنا لازم ہے۔‘‘

اس حدیثِ مبارکہ میں بصورتِ اختلاف سوادِ اعظم کے ساتھ جڑے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ’’سنن ابن ماجه‘‘ کی کتاب الفتن کے باب افتراق الامم میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وَ الَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ لَتَفْتَرِقَنَّ أُمَّتِی عَلٰی ثَلاثٍ وَ سَبْعِینَ فِرْقَةً وَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَ ثِنْتَانِ وَ سَبْعُونَ فِی النَّارِ قِیلَ یَا رَسُوْلَ اللهِ مَنْ هُمْ قَالَ الْجَمَاعَةُ۔[۲]

’’قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، میری اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ جن میں سے ایک جنت اور بہتر جہنم میں ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ جنتی کون ہوں گے؟ آپ ﷺ نے

(۱) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب السنن، باب السواد الاعظم، ۲: ۱۳۰۳، رقم: ۳۹۵۰
۲۔ ابن حمید، المسند، ۱: ۳۶۷، رقم: ۱۲۲۰
۳۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۱: ۴۱۱، رقم: ۱۶۶۲
۴۔ ابونعیم اصفهانی، حلیة الاؤلیاء، ۹: ۲۳۸
۵۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۱۲: ۱۹۶

(۲) ۱۔ اِبنِ ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب اِفتراق الاُمم، ۲: ۱۳۲۲، رقم: ۳۹۹۲
۲۔ ابن أبی عاصم، السنه، ۱: ۲۳، رقم: ۳۶
۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۸: ۷۰، رقم: ۱۲۹
۴۔ اللالکائی، إعتقاد اهل السنة، ۱: ۱۰۱، رقم: ۱۴۹

فرمایا: جو جماعت کو پکڑے رہیں گے۔“

سنن ابن ماجہ کی اس روایت میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک پیمانہ (criterion) مقرر فرما دیا کہ اُمت کی اکثریت جن عقائد کو اپنائے گی وہ صحیح ہوں گے۔ لہٰذا بڑے مسلک یعنی سوادِ اعظم کے ساتھ جڑے رہنا لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ آج جو اعمال اُمت کی اکثریت میں رائج ہیں انہیں بدعتِ ضلالہ اور گمراہی کہا جاتا ہے حالانکہ چند خاص طبقات کو چھوڑ کر پورا عالمِ عرب اہلِ سنت و جماعت کے طریقے پر عامل ہے۔ مراکش، سوڈان، الجزائر، ترکی، یونان، ایران، عراق، فلسطین، اُردن، شام اور مصر کے عوام کی بھاری اکثریت اہلِ سنت کے طور طریقوں، شعائر اور کلچر پر عامل ہے۔ اگرچہ مختلف ممالک میں ادائیگی کے طریقے ذرا مختلف ہیں مگر بنیادی عقائد ایک ہی ہیں۔ المختصر یہ کہ یہ تمام بنیادی عقائد جن کو بعض لوگ تقسیمِ بدعت کے قائل نہ ہونے کی وجہ سے بدعتِ ضلالہ، گمراہی اور شرک وغیرہ کہتے ہیں، جمہورِ اُمت انہیں مباح اور جائز سمجھتی ہے کیونکہ فرمانِ رسول ﷺ: ”اِنَّ اُمتی لا تجتمع علی الضلالة“ کے مطابق اُمت کی اکثریت کبھی گمراہ نہیں ہوسکتی، لہٰذا اُن کے عقائد أقرب الی الکتاب و سنة ہیں اور انہیں ضلالہ و گمراہی کہنا بذات خود جہالت و گمراہی ہے۔

تقسیمِ بدعت پر معروف کتب کی فہرست

بدعت کی اقسام اور تفصیلات کو متعدد ائمہ حدیث اور فقہاء نے اپنی کتب میں اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے جن میں سے چند معروف کتب کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ **الجامع لأحکام القرآن**، از امام قرطبی (۶۷۱ھ)، ۲: ۸۷

۲۔ **شعب الایمان**، از اِمام بیہقی (۴۵۸ھ)، ۳: ۱۷۷

۳۔ **المدخل الی السنن الکبری**، از امام بیہقی (۴۵۸ھ)، ۱: ۲۰۶

۴۔ **احیاء العلوم الدین**، از امام غزالی (۵۰۵ھ)، ۲: ۳

۵۔ **النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر**، از ابن اثیر جزری (۶۰۶ھ)، ۱: ۱۰۶

۶۔ **قواعد الاحکام فی مصالح الانام**، از عز الدین بن عبد السلام (۶۶۰ھ)، ۲: ۱۷۳

۷۔ **تہذیب الاسماء واللغات**، از امام نووی (۶۷۶ھ)، ۳: ۲۲

۸۔ **انوار البروق فی انوار الفروق**، از امام قرافی (۶۸۴ھ)، ۴: ۲۰۲

۹۔ **لسان العرب**، از ابن منظور افریقی (۷۱۱ھ)، ۸: ۶

۱۰۔ **منہاج السنہ**، از امام ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)، ۴: ۲۲۴

۱۱۔ **سیر اعلام النبلاء**، از امام ذھبی (۷۴۸ھ)، ۸: ۴۵۸

۱۲۔ **تفسیر القرآن العظیم**، از ابن کثیر (۷۷۴ھ)، ۱: ۱۶۱

۱۳۔ **الاعتصام**، از امام شاطبی (۷۹۰ھ)، ۲: ۱۱۱۔۱۱۵

۱۴۔ **المنثور فی القواعد**، از امام زرکشی (۷۹۴ھ)، ۱: ۲۱۷

۱۵۔ **جامع العلوم و الحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم**، از ابن رجب حنبلی (۷۹۵ھ): ۱۶۰

۱۶۔ **الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری**، از علامہ کرمانی (۷۹۶ھ)، ۹: ۱۵۴

۱۷۔ **اکمال اکمال المعلم**، از علامہ وشتانی مالکی (۸۲۸ھ)، ۳: ۲۳

۱۸۔ **فتح الباری**، از ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)، ۴: ۲۵۳

۱۹۔ **عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری**، از علامہ عینی (۸۵۵ھ)، ۱۱: ۱۲۶

۲۰۔ **مکمل اکمال المعلم**، از علامہ سنوسی مالکی (۸۹۵ھ)، ۳: ۲۳

۲۱۔ **القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع**، از امام سخاوی (۹۰۲ھ): ۱۹۲

۲۲۔ **فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث**، از امام سخاوی (۹۰۲ھ)، ۲: ۲۷

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش www.MinhajBooks.com

۲۳۔ **حسن المقصد فی عمل المولد**، از امام سیوطی (۹۱۱ھ): ۵۱

۲۴۔ **الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج**، از امام سیوطی (۹۱۱ھ)، ۲: ۴۴۵

۲۵۔ **تنویر الحوالک شرح مؤطا مالک**، از امام سیوطی (۹۱۱ھ)، ۱: ۱۰۵

۲۶۔ **الحاوی للفتاوی**، از امام سیوطی (۹۱۱ھ)، ۱: ۱۹۲

۲۷۔ **سبل الهدیٰ والرشاد**، از علامہ صالحی شامی (۹۱۱ھ)، ۱: ۳۷۰

۲۸۔ **ارشاد الساری لشرح صحیح بخاری**، از امام قسطلانی (۹۲۳ھ)، ۳: ۴۲۶

۲۹۔ **الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الأکابر**، از علامہ شعرانی (۹۷۳ھ)، ۲: ۲۸۸

۳۰۔ **فتاویٰ الحدیثیہ**، از ابن حجر مکی (۹۷۴ھ): ۱۳۰

۳۱۔ **مرقاۃ المفاتیح**، از ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ)، ۱: ۲۱۶

۳۲۔ **فیض القدیر شرح الجامع الصغیر**، از علامہ مناوی (۱۰۳۱ھ)، ۱: ۴۳۹

۳۳۔ **سیرت حلبیہ** از علامہ حلبی (۱۰۴۴ھ)، ۱: ۱۳۶

۳۴۔ **أشعۃ اللمعات**، از شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ)، ۱: ۱۲۵

۳۵۔ **درّ مختار علی ہامش الرد**، از علامہ حصکفی (۱۰۸۸ھ)، ۱: ۳۶۲

۳۶۔ **شرح الموطا**، از امام زرقانی (۱۱۲۲ھ)، ۱: ۲۳۸

۳۷۔ **تاج العروس من جواہر القاموس**، از مرتضی زبیدی (۱۲۰۵ھ)، ۱۱: ۹

۳۸۔ **حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح**، از امام طحطاوی (۱۲۳۱ھ): ۱۱۴

۳۹۔ **ردالمحتار شرح درالمختار**، از علامہ شامی (۱۲۵۲ھ)، ۱: ۵۲۴

۴۰۔ **نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار**، از علامہ شوکانی (۱۲۵۵ھ)، ۳: ۳۲۵

۴۱۔ **روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم**، از علامہ آلوسی (۱۲۷۰ھ)، ۲۷: ۱۹۲

۴۲۔ **ھدیۃ المھدی**، از شیخ وحید الزماں (۱۳۲۷ھ): ۱۱۷

۴۳۔ **عون المعبود شرح سنن أبی داود**، از عظیم آبادی (۱۳۲۹ھ)، ۱۲: ۲۳۵

۴۴۔ **مجمع بحار الانوار**، از علامہ طاہر پٹنی، ۱: ۸۰

۴۵۔ **حواشی الشروانی**، علامہ شروانی، ۱۰: ۲۳۵

۴۶۔ **تحفۃ الاحوذی**، علامہ عبد الرحمٰن مبارکپوری (۱۳۵۳ھ)، ۷: ۳۶۶

۴۷۔ **فتح الملھم شرح صحیح مسلم**، از شیخ شبیر احمد عثمانی (۱۳۶۹ھ)، ۲: ۴۰۶

۴۸۔ **مغنی المحتاج إلٰی معرفۃ معانی الفاظ المنھاج**، از امام شربینی، ۴: ۴۳۶

۴۹۔ **أوجز المسالک الی مؤطا مالک**، از علامہ زکریا کاندھلوی (۱۴۰۲ھ)، ۲: ۲۹۷

۵۰۔ **فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والإفتاء**، از ابن باز (۱۴۲۱ھ)، ۲: ۳۲۵

۵۱۔ **مفاھیم یجب ان تصحح**، از شیخ علوی مالکی (۱۴۲۵ھ): ۱۰۲۔۱۰۶

خلاصۂ بحث

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر عمل کو اس ڈھب پر اور اس نقطۂ نظر سے نہیں دیکھا جاتا کہ یہ عمل حضور ﷺ کے زمانے میں ہوتا تھا یا نہیں اور بعد میں کب شروع ہوا بلکہ اس کو پرکھنے کے لئے ہمیں یہ اَمر ملحوظِ خاطر رکھنا ہوگا کہ کسی عمل کی ہیئت کبھی رسم و رواج پر منحصر ہوتی ہے اور کبھی وقت کی ضرورتوں اور تقاضوں پر مبنی ہوتی ہے۔ کبھی اس کام میں کئی حکمتیں کارفرما ہوتی ہیں اور کبھی کئی مصلحتیں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔

غور و فکر کرنے کی بات یہ ہے کہ کیا اس نئے کام کی کوئی اصل قرآن وسنت سے ثابت ہے یا نہیں؟ کیا بلاواسطہ یا بالواسطہ اس کا کوئی ثبوت قرآن وسنت میں موجود

ہے؟ یا پھر وہ کام اس لئے بھی قابل مذمت ٹھہرتا ہے کہ اس سے کسی واجب، سنت یا مستحب وغیرہ پر اثر پڑتا ہے یا اس کا ان کے ساتھ اختلاف یا تعارض رونما ہوتا ہے۔

اگر کسی عمل کی اصل قرآنِ حکیم یا سنتِ نبوی ﷺ سے ثابت ہو جائے تو پھر وہ طعن و تشنیع اور گمراہی یا گناہ وغیرہ کا باعث نہیں رہتا اور اگر بفرضِ محال قرآن و سنت سے بالواسطہ یا بلاواسطہ ثابت نہ بھی ہو لیکن اس سے قرآن و سنت کی مخالفت نہ ہوتی ہو تو پھر بھی وہ کسی قسم کی قباحت کا باعث نہیں بنتا اور نہ ہی اس پر طعن و تشنیع جائز ہے ہاں صرف اس صورت میں کوئی بدعت ناجائز اور قبیح کے زمرے میں شامل ہو کر قابل مذمت ٹھہرے گی جب قرآن و سنت پر پرکھنے کے بعد یہ ثابت ہو جائے کہ یہ قرآن و سنت کی فلاں نص کے خلاف ہے یا شریعت کے فلاں حکم کی مخالفت میں ہے۔

بدعت کا معنی و مفہوم واضح کرتے ہوئے اِس پر بار بار زور دیا جا چکا ہے کہ **کوئی بھی نیا کام اس وقت ناجائز اور حرام قرار پاتا ہے جب وہ شریعتِ اسلامیہ کے کسی حکم کی مخالفت کر رہا ہو اور اسے ضروریاتِ دین سمجھ کر قابلِ تقلید ٹھہرا لیا جائے یا پھر اسے ضروریاتِ دین شمار کرتے ہوئے اس کے نہ کرنے والے کو گناہگار اور کرنے والے کو ہی مسلمان سمجھا جائے، تو اس صورت میں بلاشبہ جائز اور مباح بدعت بھی ناجائز اور قبیح بن جاتی ہے اور اگر جائز اور مستحسن بدعت میں ناجائز امور کو شامل کر دیا جائے جن کی رو سے روحِ اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہو تو بلاشبہ وہ بدعت بھی قابلِ مذمت ہو گی اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اسے ہدفِ تنقید و تنقیص بنانے کا کوئی جواز نہیں۔**

www.MinhajBooks.com

مآخذ و مراجع

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

۱۔ **القرآن الحکیم۔**

۲۔ **آجرّی،** ابو بکر محمد بن حسین بن عبداللہ (م ۳۶۰ھ)۔ کتاب الشریعۃ۔ ریاض، سعودی عرب: دار الوطن، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔

۳۔ **آلوسی،** ابو الفضل شہاب الدین السید محمود۔ **روح المعاني فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثاني۔** بیروت، لبنان: دار الاحیاء التراث۔

۴۔ **ابن ابی حاتم رازی،** ابو محمد عبد الرحمٰن (۲۴۰۔۳۲۷/۸۵۴۔۹۳۸)۔ **الجرح و التعدیل۔** حیدرآباد دکن، بھارت، مجلس دائرہ معارف عثمانیہ۔

۵۔ **ابن ابی دنیا،** عبداللہ بن محمد ابوبکر القریشی (۲۰۸۔۲۸۱ھ)۔ **مکارم الاخلاق۔** قاہرہ، مصر: مکتبۃ القرآن، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۶۔ **ابن ابی شیبہ،** ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ **المصنف۔** ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۷۔ **ابن ابی عاصم،** ابوبکر بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶۔۲۸۷ھ/۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ **السنۃ۔** بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۰ھ۔

۸۔ **ابن اثیر،** ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی جزری (۵۵۵۔۶۳۰ھ/۱۱۶۰۔۱۲۳۳ء)۔ **الکامل فی التاریخ۔** بیروت، لبنان: دار صادر، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

۹۔ **ابن اثیر،** ابو السعادات مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبدالواحد شیبانی

جزری (۵۴۴۔۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹۔۱۲۱۰ء)۔ النهایه فی غریب الحدیث والأثر۔ قم، ایران: مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، ۱۳۶۴ھ۔

۱۰۔ **ابن باز،** عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز، (۱۴۲۱ھ)۔ فتاوی اللّجنه الدائمة للبحوث العلمیه و الإفتاء۔ الریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۱۲ھ۔

۱۱۔ **ابن تیمیہ،** احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱ ۔۷۲۸ھ/۱۲۶۳۔ ۱۳۲۸ء)۔ منهاج السنة۔ مصر: مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق۔

۱۲۔ **ابن تیمیہ،** احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱ ۔۷۲۸ھ/۱۲۶۳۔ ۱۳۲۸ء)۔ کتب و رسائل و فتاوی ابن تیمیه فی الفقه۔ مکتبۃ ابن تیمیہ۔

۱۳۔ **ابن جارود،** ابو محمد عبد اللہ بن علی بن جارود نیشاپوری (۳۰۷ھ)۔ المنتقی من السنن المسندة۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۱۴۔ **ابن جعد،** ابو الحسن علی بن جعد بن عبید ہاشمی (۱۳۳۔۲۳۰ھ/ ۷۵۰۔۸۴۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ نادر، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۵۔ **ابن جوزی،** ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۹۷ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۱۶۔ **ابن جوزی،** ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۹۷ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ تلبیس اِبلیس۔ قاہرہ، مصر: منشورات مکتبۃ التحریر۔

۱۷۔ **ابن جوزی،** ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۹۷ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ التحقیق فی أحادیث الخلاف۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۱۸۔ **ابن حبان،** ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔

۹۶۵ء)۔ طبقات المحدثین باصبهان و الواردین علیها۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۱۹۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۲۰۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ السیرة النبویة واخبار الخلفاء۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الکتب الثقافیہ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔

۲۱۔ **ابن حجر مکی**، الشیخ احمد شہاب الدین بن حجر الهیتمی المکی (۹۰۹/۹۷۴ھ)۔ فتاوی حدیثیة۔ القاہرہ، مصر: مکتبہ مصطفیٰ البانی الحلبی، ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء۔

۲۲۔ **ابن حزم**، علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی (۳۸۴۔۴۵۶ھ/۹۹۴۔۱۰۶۴ء)۔ الاحکام فی اُصول الاحکام۔ فیصل آباد، پاکستان: ضیاء السنہ ادارة الترجمة والتعریف، ۱۴۰۴ھ۔

۲۳۔ **ابن حزم**، علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی (۳۸۴۔۴۵۶ھ/۹۹۴۔۱۰۶۴ء)۔ المحلی بلآثار۔ بیروت، لبنان: دار الآفاق الجدیدہ۔

۲۴۔ **ابن حمید**، عبد بن حمید بن نصر ابو محمد الکسي (۲۴۹ھ)۔ المسند۔ قاہرہ، مصر: مکتبة السنة، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء

۲۵۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳۔۳۱۱ھ/ ۸۳۸۔۹۲۴ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۲۶۔ **ابن خلدون**، عبدالرحمٰن بن خلدون (۷۳۶۔۸۰۸ھ)۔ تاریخ ابن خلدون۔ ازہر، مصر: المطبعة البهية المصرية۔

۲۷۔ **ابن راہویہ**، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبداللہ (۱۶۱۔

۲۳۷ھ/ ۷۷۸۔۸۵۱ء)۔ المسند۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۲۸۔ **ابن رجب حنبلی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن احمد (۷۳۶۔۷۹۵ھ)۔ **جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۸ھ۔

۲۹۔ **ابن رجب حنبلی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن احمد (۷۳۶۔۷۹۵ھ)۔ **التخویف من النار**۔ دمشق: مکتبہ دار البیان، ۱۳۹۹ھ۔

۳۰۔ **ابن سعد**، ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸۔۲۳۰ھ/ ۷۸۴۔۸۴۵ء)۔ **الطبقات الکبریٰ**۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ والنشر، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۳۱۔ **ابن سلام**، ابی عبد القاسم بن سلام (۲۲۴ھ)۔ **کتاب الأموال**۔ قاہرہ، مصر، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع۔

۳۲۔ **ابن عابدین شامی**، محمد بن محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین دمشقی (۱۲۴۴۔۱۳۰۶ھ)۔ **رد المحتار علی درالمختار**۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ ماجدیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۳۳۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ **الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب**۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ۔

۳۴۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔ ۱۰۷۱ء)۔ **التمہید**۔ مغرب (مراکش): وزارت عموم الأوقاف والشؤون الاسلامیہ، ۱۳۸۷ھ۔

۳۵۔ **ابن عبد السلام**، امام عز الدین بن عبد السلام السلمی الشافعی (۵۷۷۔۶۶۰ھ/ ۱۱۸۱۔۱۲۶۲ء)۔ **قواعد الأحکام فی مصالح الأنام**۔ بیروت، لبنان: ناشر دار الکتب

العلمية۔

۳۶۔ **ابن عبدالسلام**، امام عزالدین بن عبدالسلام السلمی الشافعی (۵۷۷۔۶۶۰ھ/ ۱۱۸۱۔۱۲۶۲ء)۔ **فتاوی العز بن عبد السلام**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفۃ، ۱۴۰۶ھ

۳۷۔ **ابن فارس (۱۰۰۴ھ)**، تحقیق عبدالسلام ہارون۔ **معجم مقاییس اللغۃ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ

۳۸۔ **ابن قتیبہ**، ابومحمد عبداللہ بن مسلم الدینوری (۲۱۳۔۲۷۶ھ)۔ **المعارف**۔ قاہرۃ، دار المعارف

۳۹۔ **ابن قدامہ**، ابو محمد عبداللہ بن احمد المقدسی (۶۲۰ھ)۔ **المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل الشیبانی**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۴۰۔ **ابن قیم**، محمد ابی بکر، ایوب الزرعی، ابوعبداللہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ)۔ **أعلام الموقعین عن رب العالمین**۔ مصر، مطبعۃ السعادۃ، ۱۳۷۴ھ۔

۴۱۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **البدایۃ والنہایۃ**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۴۲۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **تحفۃ الطالب**۔ مکہ مکرمۃ، دارحراء، ۱۴۰۶ھ۔

۴۳۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **تفسیر القرآن العظیم**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۴۴۔ **ابن ماجہ**، ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/ ۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۴۵۔ **ابن منظور افریقی**، امام العلامۃ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور المصری الافریقی (۷۱۱ھ)۔ **لسان العرب**۔ بیروت، لبنان: دارصادر۔

۴۶۔ **ابن نجیم،** الشیخ زین بن ابرہیم بن محمد بن محمد بن بکر الحنفی (۹۷۰ھ)۔ **البحر الرائق شرح کنز الدقائق**۔ مصر: مطبوعۃ مطبعۃ علمیۃ، ۱۳۱۱ھ۔

۴۷۔ **ابن ہمام،** کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی (۶۸۱ھ)۔ **فتح القدیر**۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ رشیدیہ۔

۴۸۔ **ابن ہمام،** کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی (۶۸۱ھ)۔ **شرح فتح القدیر**۔ مصر: المکتبۃ التجاریۃ الکبری۔

۴۹۔ **ابو احمد الجرجانی،** عبداللہ بن عدی الجرجانی (۳۶۵ھ)۔ **الکامل فی الضعفاء الرجال**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۲ھ۔

۵۰۔ **ابو الحسن الأشعری،** امام ابو الحسن علی الأشعری (۳۲۴ھ/ ۹۳۶ء)۔ **مقالات الاسلامیین و إختلاف المصلین**۔ مصر: مکتبۃ النہضۃ المصریۃ۔

۵۱۔ **ابو داود،** سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۵۲۔ **ابو داود،** سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۵۳۔ **ابو طالب القاضی**۔ **علل الترمذی الکبیر**۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، مکتبہ النھضہ العربیہ، ۱۴۰۹ھ۔

۵۴۔ **ابوعوانہ،** یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰۔۳۱۶ھ/ ۸۴۵۔۹۲۸ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۵۵۔ **ابونعیم،** احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۵۶۔ **ابو نعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **المسند المستخرج علی صحیح مسلم**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء۔

۵۷۔ **ابو نعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ **مسند الامام ابی حنیفہ**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الکوثر، ۱۴۱۵ھ۔

۵۸۔ **ابو یعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحیی بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ **المسند**۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

۵۹۔ **ابو یعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ **المعجم**۔ فیصل آباد، پاکستان: ادارۃ العلوم والاثریہ، ۱۴۰۷ھ۔

۶۰۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/ ۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **فضائل الصحابۃ**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ۔

۶۱۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/ ۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۶۲۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/ ۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **الرّد علیٰ الجھمیۃ و الزّنادقۃ**۔ الریاض، سعودی عرب: اِدارات البحوث العلمیۃ والإفتاء و الدعوۃ و الإرشاد۔

۶۳۔ **أزدی**، ربیع بن حبیب بن عمر بصری۔ **الجامع الصحیح مسند الامام الربیع بن حبیب**۔ بیروت، لبنان: دار الحکمۃ، ۱۴۱۵ھ۔

۶۴۔ **إسماعیل حقی**، علامہ اِسماعیل حقی حنفیؒ (۱۱۳۷ھ)۔ **تفسیر روح البیان**۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبۂ اِسلامیہ کوئٹہ۔

٦٥۔ **باقری**، الشیخ جعفر محمد علی الباقری۔ **البدعة**۔ قم، ایران: رابطة الثقافة والعلاقات الإسلامیة، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹٦ء۔

٦٦۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵٦ھ/ ۸۱۰۔ ۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

٦۷۔ **برکتی**، محمد بن عمیم الاحسان المجددی۔ **قواعد الفقه**۔ کراچی، پاکستان، الصدف پبلشرز، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸٦ء۔

٦۸۔ **بزار**، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰۔۲۹۲ھ/ ۸۲۵۔۹۰۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: ۱۴۰۹ھ۔

٦۹۔ **بلاذری**، احمد بن یحیٰ بن جابر البلاذری (۲۷۹ھ)۔ **فتوح البلدان**۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ۔

۷۰۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰٦٦ء)۔ **السنن الکبریٰ**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۷۱۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰٦٦ء)۔ **کتاب الاعتقاد**۔ بیروت، لبنان: دار الآفاق الجدید، ۱۴۰۱ھ۔

۷۲۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰٦٦ء)۔ **المدخل اِلٰی السنن الکبریٰ**۔ الکویت، دار الخلفاء للکتاب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۷۳۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰٦٦ء)۔ **شُعَبُ الایمان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۷۴۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسی بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/

۸۲۵۔ ۸۹۲ء)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۷۵۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۷۶۔ **ثعالبی**، ابو منصور عبدالملک بن محمد بن اسماعیل الثعالبی (۳۵۰۔۴۲۹ھ)۔ ثمار القلوب فی المضاف والمنسوب۔ القاہرہ، دار المعارف، ۱۹۶۵ء۔

۷۷۔ **جرجانی**، علی بن محمد بن علی، سید شریف (۷۴۰۔ ۸۱۶ھ)۔ التعریفات۔ کراچی، پاکستان: مکتبہ حمادیہ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۷۸۔ **جصاص**، أحمد بن علی الرازی ابو بکر (۳۰۵۔۳۷۰ھ)۔ أحکام القرآن۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث، ۱۴۰۵ھ۔

۷۹۔ **جوہری**، اسماعیل بن حماد الجوہری۔ الصحاح فی اللغۃ والعلوم۔ بیروت، دار الحضارۃ العربیۃ۔

۸۰۔ **جوینی**، ابو المعالی عبد الملک بن عبداللہ بن یوسف (۴۷۸ھ)۔ البرہان فی اُصول الفقہ۔ المنصورہ، مصر: مطبع الوفاء، ۱۴۱۸ھ

۸۱۔ **حارث**، الحارث بن أبی أسامۃ/ الحافظ نور الدین الہیثمی (۱۸۶۔۲۸۲ھ)۔ مسند الحارث (زوائد الہیثمی)۔ المدینۃ المنورۃ، مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء۔

۸۲۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۸۳۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔

المستدرک علی الصحیحین۔ مکہ، سعودی عرب: دارالباز للنشر و التوزیع۔

۸۴۔ حسینی، ابراہیم بن محمد (۱۰۵۴۔۱۱۲۰ھ)۔ البیان و التعریف۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۱ھ۔

۸۵۔ حصکفی، علامہ الشیخ علاء الدین الحصکفی (۱۰۸۸ھ۔۱۶۷۷ء)۔ در مختار علی ھامش الرد۔ کراچی، پاکستان: ایچ ایم سعید کمپنی۔

۸۶۔ حلبی، علی بن برہان الدین (۱۴۰۴ھ)۔ السیرۃ الحلبیۃ/ انسان العیون۔ بیروت، لبنان، دارالمعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔

۸۷۔ حلبی، علی بن برہان الدین (۱۴۰۴ھ)۔ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی۔ دہلی، انڈیا، مطبع مجتبائی۔

۸۸۔ حموی، ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ (متوفی: ۶۲۶ھ)۔ المعجم البلدان۔ بیروت، لبنان: دارالفکر۔

۸۹۔ حمیدی، ابوبکر عبداللہ بن زبیر (م۲۱۹ھ/۸۳۴ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ + قاہرہ، مصر: مکتبۃ المتنبی۔

۹۰۔ خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔۴۶۳ھ/۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ تاریخ بغداد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۹۱۔ خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔۴۶۳ھ/۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ موضع اوھام الجمع والتفریق۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۹۲۔ دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/ ۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۹۳۔ دارقطنی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔

۳۸۵ھ/ ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۹۴۔ **دارقطنی**، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔۳۸۵ھ/ ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ **علل دار قطنی**۔ الریاض، سعودی عرب، دار الطیبہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۹۵۔ **دیلمی**، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو ہمذانی (۴۴۵۔۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳۔۱۱۱۵ء)۔ **الفردوس بمأثور الخطاب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۹۶۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **تاریخ الاسلام**۔ القاھرۃ، مصر: مطبعۃ المدنی۔

۹۷۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **سیر أعلام النبلاء**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۳ھ۔

۹۸۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **میزان الاعتدال فی نقد الرجال**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۵ء۔

۹۹۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **العبر فی خبر من غبر**۔ مکۃ المکرّمۃ، سعودی عرب: دارالباز للنشر و التوزیع، ۱۴۰۵ھ۔

۱۰۰۔ **رازی**، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی (۵۴۳۔۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹۔۱۲۱۰ء)۔ **التفسیر الکبیر**۔ تہران، ایران: دارالکتب العلمیہ۔

۱۰۱۔ **رامہر مزی**، ابوالحسن حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد (۲۶۰۔۳۶۰ھ)۔ **المحدث الفاصل بین الراوی و الواعی**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۴ھ۔

۱۰۲۔ **رامہر مزی**، ابوالحسن حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد (۲۶۰۔۳۶۰ھ)۔ **امثال الحدیث**۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ الکتب الثقافیہ، ۱۴۰۹ھ۔

۱۰۳۔ رحیلی، الدکتور ابراہیم بن عامر۔ موقف أهل السنة والجماعة من أهل الاهواء والبدع۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۲۲ھ

۱۰۴۔ رویانی، ابو بکر فی بن ہارون (م ۳۰۷ھ)۔ المسند۔ قاہرہ، مصر: مؤسسہ قرطبہ، ۱۴۱۶ھ۔

۱۰۵۔ زبیدی، امام محبّ الدین ابوفیض السید محمد مرتضی الحسینی الواسطی الحنفی (۱۱۴۵-۱۲۰۵ھ/۱۷۳۲-۱۷۹۱ء)۔ تاج العروس من جواهر القاموس۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۹۹۴ء/۱۴۱۴ھ۔

۱۰۶۔ زرقانی، ابوعبداللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (۱۰۵۵-۱۱۲۲ھ/۱۶۴۵-۱۷۱۰ء)۔ شرح الزرقانی علی مؤطا الإمام مالک۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ۔

۱۰۷۔ زرکشی، علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ (۷۹۴ھ)۔ المنثور فی القواعد۔ کویت: وزارۃ الاوقاف، ۱۴۰۵ھ۔

۱۰۸۔ زمخشری، امام جاراللہ محمد بن عمر بن محمد خوارزمی (۴۶۷-۵۳۸ھ)۔ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل۔ قاہرہ، مصر: ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء۔

۱۰۹۔ زیلعی، ابو محمد عبداللہ بن یوسف حنفی (م ۷۶۲ھ)۔ نصب الرایة لأحادیث الهدایه۔ مصر: دارالحدیث، ۱۳۵۷ھ۔

۱۱۰۔ سخاوی، الشیخ شمس الدین محمد عبد الرحمٰن (۹۰۲ھ)۔ القول البدیع فی الصلاة علی الحبیب الشفیع۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: المکتبۃ العلمیہ، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء۔

۱۱۱۔ سخاوی، الشیخ شمس الدین محمد عبدالرحمٰن (۹۰۲ھ)۔ فتح المغیث شرح الفیة الحدیث۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۱۱۲۔ **سدوسی**، یعقوب بن شیبۃ بن الصلت ابو یوسف (۱۸۲۔۲۶۸ھ)۔ **مسند عمر بن الخطاب**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب الثقافیہ، ۱۴۰۵ھ۔

۱۱۳۔ **سرخسی**، امام شمس الدین (۴۸۳ھ)۔ **کتاب المبسوط**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۱۱۴۔ **سنوسی**، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی (۸۹۵ھ)۔ **مکمل اِکمال المعلم**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۱۵۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الجامع الصغیر فی أحادیث البشیر النذیر**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۱۶۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **تاریخ الخلفاء**۔ بغداد، عراق: مکتبۃ الشرق الجدید۔

۱۱۷۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الإشباہ و النظائر**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ۔

۱۱۸۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **شرح السنن ابن ماجه**۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ۔

۱۱۹۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی**۔ سعودی عرب: مکتبہ الریاض الحدیثہ

www.MinhajBooks.com

۱۲۰۔ **سیوطی**، امام جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمان بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان السیوطی، (۸۴۹-۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ **الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج**۔ بیروت، لبنان: شرکۃ دار الأرقم بن ابی الأرقم۔

۱۲۱۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **الحاوی للفتاوی**۔ لائلپور، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

۱۲۲۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **حسن المقصد فی عمل المولد**۔ بیروت لبنان: دارالکتب العلمیۃ (۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ھ)۔

۱۲۳۔ **سیوطی**، جلال الدین ابوالفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔ ۱۵۰۵ء)۔ **تنویر الحوالک شرح موطا مالک**۔ مصر: مکتبۃ التجاریۃ الکبری، ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء۔

۱۲۴۔ **سہارنپوری**، احمد علی سہارنپوری (۱۲۹۷ھ)۔ **حاشیہ بخاری**۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء۔

۱۲۵۔ **شاشی**، ابوسعید ہیثم بن کلیب بن شریح (م ۳۳۵ھ/ ۹۴۶ء)۔ **المسند**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۱۰ھ۔

۱۲۶۔ **شاطبی**، ابراهیم بن موسیٰ اللخمی الشاطبی (۹۰ھ)۔ **الاعتصام**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفۃ، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء۔

۱۲۷۔ **شاطبی**، ابراهیم بن موسیٰ اللخمی الشاطبی (۹۰ھ)۔ **الموافقات فی اصول الشریعہ**۔ قاهره، مصر مطبع المدنی، ۱۹۶۹ء۔

۱۲۸۔ **شاہ ولی اللہ**، محدث دہلوی، (متوفی: ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۲ء)۔ **ازالۃ الخفاء عن**

خلافۃ الخلفاء۔ قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔

۱۲۹۔ **شبیر احمد عثمانی**، (۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء)۔ فتح الملهم بشرح صحيح مسلم۔ کراچی، پاکستان: مکتبہ رشیدیہ۔

۱۲۹۔ **شربینی**، الشیخ محمد الشربینی الخطیب، (۹۷۷ھ)۔ مغنی المحتاج الی معرفة معانی الفاظ المنهاج۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء۔

۱۳۰۔ **شروانی**، الشیخ عبدالحمید۔ حواشی الشروانی۔ دار صادر۔

۱۳۱۔ **شعرانی**، ابو العمران عبدالوھاب بن احمد بن علی ال الشافعی المصری المعروف بالشعرانی، (۸۹۸۔۹۷۳ھ)۔ الیواقیت و الجواهر فی بیان عقائد الاکابر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۳۲۔ **شمس الحق**، محمد شمس الحق عظیم آبادی اُبوطیب۔ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ۔

۱۳۳۔ **شوکانی**، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/ ۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء)۔ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۱۳۴۔ **شہرستانی**، ابو الفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر أحمد (۴۷۹۔۵۴۸ھ)۔ الملل والنحل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۲۰۰۱ء۔

۱۳۵۔ **شیبانی**، ابوبکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد (۲۰۶۔۲۸۷ھ/ ۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ الآحاد و المثانی۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۱۳۶۔ **صالحی شامی**، ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف شامی (۹۴۲ھ/ ۱۵۳۶ء)۔ سبل الهدیٰ والرشاد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔

۱۳۷۔ **صنعانی،** محمد بن اسماعیل امیر (۷۷۳۔۸۵۲ھ)۔ **سبل السلام شرح بلوغ المرام۔** بیروت ،لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۷۹ھ۔

۱۳۸۔ **طاہر القادری،** ڈاکٹر محمد۔ **عرفان القرآن۔** لاہور، پاکستان: منہاج القرآن پبلی کیشنز۔ ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء۔

۱۳۹۔ **طاہر پٹنی،** علامہ محمد طاہر پٹنی (۹۸۶ھ)۔ **مجمع بحار الانوار۔** لکھنؤ۔ انڈیا: مطبع منشی نولکشور۔

۱۴۰۔ **طبرانی،** سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **مسند الشامیین۔** بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۱۴۱۔ **طبرانی،** سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الاوسط۔** ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۱۴۲۔ **طبرانی،** سلیمان بن احمد (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الکبیر۔** موصل، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۱۴۳۔ **طبری،** ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **جامع البیان فی تفسیر القرآن۔** بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۱۴۴۔ **طبری،** ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **تاریخ الامم والملوک۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۱۴۵۔ **طبری،** ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **تہذیب الآثار۔** مصر، القاہرہ: مطبعۃ المدنی۔

۱۴۶۔ **طحاوی،** ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔۳۲۱ھ/ ۸۵۳۔۹۳۳ء)۔ **شرح معانی الآثار۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۱۴۷۔ **طحطاوی**، احمد بن محمد طحطاوی (۱۲۳۱ھ)۔ حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح۔ مصر: مطبع مصطفیٰ البابی، ۱۳۵۶ھ۔

۱۴۸۔ **طیالسی**، ابو داؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳۔۲۰۴ھ/ ۷۵۱۔۸۱۹ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۱۴۹۔ **عبدالحق محدث دہلوی** (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ/۱۵۵۱۔۱۶۴۲ء)۔ أشعة اللمعات۔ سکھر، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ، ۱۹۷۶ء۔

۱۵۰۔ **عبدالحئ احمد العکری الدمشقی**، (۱۰۸۹ھ)۔ شذرات الذهب فی أخبار من ذهب۔ بیروت، لبنان۔ دار الکتب العلمیہ۔

۱۵۱۔ **عبد الرزاق**، ابوبکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/۷۴۴۔۸۲۶ء)۔ المصنف۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۱۵۲۔ **عبدالقادر جیلانی**، ابو صالح شیخ عبدالقادر بن موسیٰ بن عبداللہ الجیلانی البغدادی (۴۷۰۔۵۶۱ھ)۔ غنية الطالبين۔ بیروت، لبنان: المکتبۃ الثقافیۃ۔

۱۵۳۔ **عبد القاہر بغدادی**۔ الفرق بین الفرق۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ

۱۵۴۔ **عجلونی**، ابو الفداء اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی بن عبد الغنی جراحی (۱۰۸۷۔۱۱۶۲ھ/ ۱۶۷۶۔۱۷۴۹ء)۔ کشف الخفا و مزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ۔

۱۵۵۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ الاصابه فی تمييز الصحابه۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔

۱۵۶۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ تلخيص الحبير فی تخريج أحاديث الرافعی الکبير۔ المدینۃ

المنورة، سعودیہ: ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء۔

۱۵۷۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباری بشرح صحیح البخاری**۔ لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۱۵۸۔ **ابن حجر عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی + عمان + اُردن: دار عمار، ۱۴۰۵ھ۔

۱۵۹۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **لسان المیزان**۔ بیروت، لبنان، مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۱۶۰۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **تهذیب التهذیب**۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۱۶۱۔ **علوی المالکی**، السید محمد بن علوی المالکی الحسنی (۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)۔ **مفاهیم یجب ان تصحح**۔ ابوظہبی: دار الفجر، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۱۶۲۔ **عینی**، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود (۷۶۲۔۸۵۵ھ/ ۱۳۶۱۔۱۴۵۱ء)۔ **عمدة القاری شرح صحیح البخاری**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۱۶۳۔ **غامدی**، سعید بن ناصر الغامدی۔ **حقیقة البدعة و أحکامها**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشید، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء۔

۱۶۴۔ **غزالی**، حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (۵۰۵ھ)۔ **إحیاء علوم الدین**۔ مصر:

www.MinhajBooks.com

مطبعہ عثمانیہ، ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء۔
۱۶۵۔ **فراہیدی**، خلیل بن احمد (۱۸۶ھ)۔ کتاب العین۔ دارالرشید للنشر۔
۱۶۶۔ **قرافی**، علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس بن عبدالرحمٰن الصنہاجی (۶۸۴ھ)۔ انوار البروق فی انوارالفروق۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفۃ۔
۱۶۷۔ **قرطبی**، ابوعبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر بن فرح (۶۷۱ھ)۔ الجامع لأحکام القرآن والمبین لما تضمن من السنة وآي الفرقان۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔
۱۶۸۔ **قُسطلانی**، ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی (۹۲۳ھ)۔ ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری۔ مصر: دارالفکر، ۱۳۰۴ھ۔
۱۶۹۔ **قضاعی**، ابوعبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی بن حکمون بن ابراہیم بن محمد بن مسلم قضاعی (م ۴۵۴ھ/ ۱۰۶۲ء)۔ مسند الشہاب۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء۔
۱۷۰۔ **کاندھلوی**، محمد زکریا الکاندھلوی (۱۳۵۱ھ/۱۴۰۲ھ)۔ أوجز المسالک الی مؤطا مالک۔ ملتان، پاکستان: ادارہ تالیفات اشرفیہ۔
۱۷۱۔ **کرمانی**، علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی (۷۹۶ھ)۔ الکواکب الدراری في شرح صحیح البخاری۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۷۳ء۔
۱۷۲۔ **کنانی**، احمد بن ابی بکر بن اسماعیل (۷۶۲-۸۴۰ھ)۔ مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجه۔ بیروت، لبنان: دارالعربیۃ، ۱۴۰۳ھ۔
۱۷۳۔ **لالکائی**، ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور (۴۱۸ھ)۔ شرح اُصول إعتقاد أهل السنه و الجماعة من الکتاب والسنة وإجماع الصحابة۔ بیروت، لبنان:

دار الکتب العلمیہ۔۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء۔

۱۷۴۔ **لوٗیس معلوف**، (۱۸۶۷۔۱۹۴۶ء/۱۲۸۳۔۱۳۶۵ھ)۔ المنجد فی اللغۃ۔ بیروت، لبنان: دارالمشرق،۱۹۷۳ء۔

۱۷۵۔ **مالک**، ابن انس بن مالک رضی اللہ عنہ بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳۔۱۷۹ھ/ ۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ الموطا۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی،۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء۔

۱۷۶۔ **ماوردی**،علی بن محمد بن حبیب البصری الماوردی (۴۵۰ھ)۔الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیۃ۔مصر، مکتبہ التوفیقیہ۔

۱۷۷۔ **مبارکپوری**، محمد عبدالرحمان بن عبدالرحیم ابوالعلا المبارکپوری (۱۲۸۳۔۱۳۵۳ھ)۔ تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۷۸۔ **محبّ طبری**، ابو جعفر احمد بن عبد اللہ بن محمد بن ابی بکر بن محمد بن ابراہیم (۶۱۵۔ ۶۹۴ھ/ ۱۲۱۸۔۱۲۹۵ء)۔ الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی،۱۹۹۶ء۔

۱۷۹۔ **مروزی**، محمد بن نصر بن الحجاج، ابو عبداللہ (۲۰۲۔۲۹۴ھ)۔ السنہ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، ۱۴۰۸ھ۔

۱۸۰۔ **مزی**، ابو الحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی (۶۵۴۔۷۴۲ھ/ ۱۲۵۶۔۱۳۴۱ء)۔ تہذیب الکمال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

۱۸۱۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۸۲۔ **مقدسی**، شیخ ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن عبد الرحمان الحنبلی

(۵۶۷۔۶۴۳ھ)۔ الاحايث المختارة۔ مكة المكرّمة، مكتبة النهضة، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۱۸۳۔ **مقدسی**، محمد بن عبد الواحد حنبلی (م ۶۴۳ھ)۔ **الاحاديث المختارہ۔ فضائل بيت** المقدس۔ شام: دارالفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۱۸۴۔ **مقرئی**، ابوعمرو عثمان بن سعيد المقرئی الدانی (۳۷۱۔۴۴۴ھ)۔ **السنن الواردة في الفتن**۔ الرياض، دارالعاصمة، ۱۴۱۶ھ۔

۱۸۵۔ **ملاعلی قاری**، نور الدين بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء)۔ **مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح**۔ بمبئی، بھارت، اصح المطابع۔

۱۸۶۔ **مناوی**، عبدالرؤف بن تاج العارفين بن علی بن زين العابدين (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ/ ۱۵۴۵۔۱۶۲۱ء)۔ **فيض القدير شرح الجامع الصغير**۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۱۸۷۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظيم بن عبد القوی بن عبد الله بن سلامه بن سعد (۵۸۱۔۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵۔ ۱۲۵۸ء)۔ **الترغيب والترهيب من الحديث الشريف**۔ بيروت، لبنان: دار الكتب العلميه، ۱۴۱۷ھ۔

۱۸۸۔ **نسائی**، احمد بن شعيب النسائی (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن**۔ بيروت، لبنان: دارالكتب العلميه، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۱۸۹۔ **نسائی**، احمد بن شعيب النسائی (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **السنن الكبری**۔ بيروت، لبنان: دار الكتب العلميه، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۱۹۰۔ **نسائی**، احمد بن شعيب النسائی (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ **عمل اليوم والليلة**۔ بيروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۷ھ۔

۱۹۱۔ **نسفی**، امام عبدالله بن محمود بن احمد النسفی (۷۱۰ھ)۔ **مدارک التنزيل وحقائق**

التاویل۔ بیروت، لبنان، دار احیاء التراث العربی۔

۱۹۲۔ **نعیم بن حماد**، ابوعبداللہ المروزی (م: ۲۸۸ھ)۔ الفتن۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ التوحید، ۱۴۱۲ھ۔

۱۹۳۔ **نووی**، ابو زکریا یحیی بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ تہذیب الاسماء واللغات۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۹۴۔ **نووی**، ابو زکریا، یحیی بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ شرح صحیح مسلم۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء۔

۱۹۵۔ **نیشاپوری**، محمد بن عبد اللہ بن حمدویہ الحاکم ابوعبداللہ (۳۲۱۔۴۰۵ھ)۔ المدخل الی الصحیح۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۴ھ۔

۱۹۶۔ **وادیاشی**، عمر بن علی بن احمد الوادیاشی الاندلسی (۷۲۳۔۸۰۴ھ)۔ تحفۃ المحتاج الی ادلۃ المنهاج۔ مکۃ المکرّمۃ، دار حراء، ۱۴۰۶ھ۔

۱۹۷۔ **وشتانی**، امام ابوعبد اللہ محمد خلفۃ الوشتانی (۸۲۷ھ أو ۸۲۸ھ)۔ إکمال إکمال المعلم شرح صحیح مسلم۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیۃ۔

۱۹۸۔ **وحید الزمان**، (۱۳۲۷ھ)۔ ھدیۃ المھدی۔ فیصل آباد، پاکستان: چشتی کتب خانہ، ۱۹۸۷ء۔

۱۹۹۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۲۰۰۔ **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔

۱۴۰۵ء)۔ موارد الظمآن اِلی زوائد ابن حبان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۲۰۱۔ **ہندی**، حسام الدین، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ کنز العمال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹/۱۹۷۹۔

۲۰۲۔ **یعقوبی**، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب ابن واضح الکاتب العباسی (۲۸۷ھ/۸۹۷ء)۔ التاریخ۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

www.MinhajBooks.com